مجموعہ جلدین اوّلین

مختار اشعار

دیوان

شاہ نصیر دہلوی

و

مرزا رفیع سودا

جسکو

عالی جناب نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نے
منتخب اور مدراس اسکول بکس اینڈ لٹریچر سوسایٹی نے
مشتہر کیا

محمد عبد العلی آسی مدراسی مہتمم و مصحح اصح المطابع کے اہتمام و تصحیح سے
دلگداز پریس لکھنؤ مین چھپا

جلد اول

مختار اشعار

دیوان

شاہ نصیر دہلوی

جسکو

نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نے منتخب او

مدراس اسکول بکز اینڈ لٹریچر سوسائٹی نے

مشتہر کیا

ولہ

میں ضعف سے جون نقش قدم اُٹھ نہیں سکتا | بیٹھا ہون سر خاک پہ جم اُٹھ نہیں سکتا
دل پر یہ ہو ... آ ... استاد | کیا کیجے کہ یہ پست کر غم اُٹھ نہیں سکتا
ہر جا متجلی ہی وہ پر پردۂ غفلت | ای معتکف دیر و حرم اُٹھ نہیں سکتا
بیمار ترا صورت تصویر نہالی | بستر سے ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

ولہ

چاکری کو سینے حوض ... کی کریگا ای سرو | تو کمر سے جو ہی باندھے ہوئے داماں کو

ولہ

فریدون کوئی یا کہ بہرام ہوگا | ولے گور سے عاقبت کام ہوگا
نہ سمجھو کہ آغاز خط عارضی ہی | خدا جانے کیا اسکا انجام ہوگا

ولہ

یقیں ہی کوئی دم وہ کرکے میرا خون نہ ٹھہریگا | میں اپنے جون حنا گر ہاتھ بھی باندھون ٹھہریگا
ہوا ایہ ہی یہ سیاد مسافر خانۂ ہستی | نہ ٹھہرا ہی کوئی یان ای دل محزون نہ ٹھہریگا

ولہ

تمنا عشق کی رکھنا غلط فہمی ہی پیری مین | کوئی افسردہ خاکستر سے ہوتا ہی شرر پیدا
تعین سے نکل اس بیضۂ افلاک کے ای دل | تہیا سرتش پر اوڑنے کا ہی کر بال و پر پیدا

ولہ

گھر اُٹھ کے بزم سے جو وہ افسوس کل گیا | شیشے کا ساتھ ہچکیوں سے کے دم نکل گیا
کیا خاک جاسے سبق ہی دیا کہ جون حنا | دیکھا جسے برنگ دگر ہاتھ مل گیا

غزلون کا انتخاب

زیب تن گرچہ ہی گل بر ہن سرخ ترا
لیکن انجام یہ ہوگا کفن سرخ ترا

شیشۂ بادہ گلرنگ پٹک دے ساقی
جامۂ سرمین دیکھے جو تن سرخ ترا

سچ بتا تو سمجھے سوفار خدنگ قاتل
لہو کس کس کا پیئے گا دہن سرخ ترا

ولہ

دل مجروح کو دکھلا نہ تاب چہرۂ روشن
کہ زخمی کو خطر ہی چاندنی سے مارجانے کا

دہ آئینے میں کیا عکس رخ گلنار دیکھے ہی
ہنر ہی یاد اسکو آگ پانی میں لگانے کا

دکھاتا ہی تو دکھلا بام پر ٹک جلوۂ قامت
قیامت کو نہین کوئی کسی کے کام آنے کا

ولہ

ا سے عبرت ہی یہ دنیا غافلو ڈرتے رہو
تاج تھا جس سر پہ ہی وہ کاسۂ سر زیر پا

یرے دیوانے کو ہی ہر گام پر پا خلتش
خار صحرائے جنون مارسے ہی نشتر زیر پا

ال تیرے لیے ٹھہرا کس طرح سے ورنہ یاں
جوں سپند اُچھلے ہی وہ ہو جسکے انگر زیر پا

ولہ

ہاتھوں سے آہ ہجر کے بیٹھا نہ چین سے
لیکر کہاں مجھے دل مضطر نہیں پھرا

کیا جانے کیا عدم میں تماشا ہے جو وہاں
یاں سے گیا ہے آہ سو جا کر نہیں پھرا

ولہ

بوسے کا سوال اُس سے کروں ہوں تو کہے ہے
چپ رہ مرے کچھ منہ سے نکل جائے تو اچھا

اثبات ہو دعویٰ جو ان آشنپہ الٰہی
صورت مرے قاتل کی بدل جائے تو اچھا

ابرو کے اشارے مگر و غیر سے دیکھو
تلوار جو اس بات پہ چل جائے تو اچھا

خوں ہو کے رواں دل ہو جو آنکھوں سے تو بہتر
یا عشق کی آتش میں یہ جل جائے تو اچھا

آتا ہے تو آ وعدہ فراموش وگرنہ
ہر روز کا یہ لیت و لعل جائے تو اچھا

لب پر سے بلاق اپنے دم بوسہ ہٹا دو
اندیشۂ زنبور عسل جائے تو اچھا

سینے میں نصیر اپنے نہ تم آہ کو روکو
یہ تیر نشانے پہ جو چل جائے تو اچھا

قطعہ

کیمیا گر تو اسی فکر میں کھا جسے رنج سدا
تیرے رو یک بنانا ہی ہنر چاندی کا

خاکساری کو سمجھے ہیں وہ اپنی اکسیر
رکھتے جھگڑا نہیں ارباب زر چاندی کا

ولہ

رخ پہ تمھیں گیسو کا دکھانا نہیں اچھا
خورشید کا بدلی میں چھپانا نہیں اچھا

لیکا ہے اُسے دیکھ پریشاں نظری کا
آنکھ آئینے سے یار لڑانا نہیں اچھا

کشتہ ہوں قد یار کا اے شور قیامت
سوتے سے مجھے میرا جگانا نہیں اچھا

سر شمع صفت عشق کی منزل میں کٹے ہے
اس رہ میں قدم آگے بڑھانا نہیں اچھا

چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے نہ کیون بیٹھ جاؤن مین
سینے سے اُٹھتے اُٹھتے کوئی دل سنبھل گیا

ولہ

جتنے کہ دن میں سو سے عدم جا گزر گیا
خیمہ اُٹھا حباب سے نے دیگر سفر کیا

ولہ

نقش حصیر تن پہ دام تعلق اب ہی
آزادگی میں جس نے مثل ستکار کھینچا

قامت کے کھینچنے میں بہزاد نے بھی تیرے
تا عرصۂ قیامت اک انتظار کھینچا

آنکھون کی تیری ساقی کیفیت اب کہین کیا
دو ہی پیالیون سے آنر خمار کھینچا

دست طمع کو مارے کب سے نصیر ہم نے
دنیا سے دون کے سر پہ یان لات مار کھینچا

ولہ

صبحدم بلبل شیدا کو رولانا کیا تھا
غنچے کو دوست پہ رکھ یون بجانا کیا تھا

اس لیے جین بجسن موج سے ہی ہر دم
ای حباب لب جو آنکھ چورانا کیا تھا

نے چمن ہی نہ کوئی ساقی گلفام نصیر
یاد کس بات کو ستے ڈھ زمانا کیا تھا

ولہ

اپنے رونے کی دکھاتی کیا ہی طغیانی گھٹا
رو برو اس چشم تر کے بھرتی ہی پانی گھٹا

ولہ

بن ترے بزم مین ہی مرگ کا سامان پیدا
شعلۂ شمع سے ہی تیر کا پیکان پیدا

قد ترا ای بت گل پوش ہو گر سایہ فگن
تو قیامت ہو سر خاک شہیدان پیدا

لے اوڑا باد کے مانند یہ پانی ساقی
کشتی مے ہوئی جون تخت سلیمان پیدا

ہون وہ مجنون کہ کرے ہی مری پابوسی کو
سلسلہ حلقۂ چشمان غزالان پیدا

ہم نہ کہتے تھے نہ کہ حرف خودی ای منصور
عاقبت دار پہ کھینچیگی یہ پندار کی بات

ولہ

دیکھا نہ تجھے رہ گئی دیدار کی حسرت
تا مرگ نہ نکلی ترے بیمار کی حسرت

جون نقش قدم خاک نشینان رہ عشق
خاک ہی مین ملا بیٹھے ہین رفتار کی حسرت

صیاد قفس کو نہ اُٹھا صحن چمن سے
باقی ہی ابھی مرغ گرفتار کی حسرت

ولہ

رفیق غم کے سوا کوئی یان نہیں دن رات
نہ درد پہلو ہی اپنا تو ہمنشین دن رات

صفائی چہرے کی خط آئے پر رہیگی نہین
مگر غرور سدا ایک سے نہیں دن رات

یہ زور و ظلم نہین عقل کی ہی کوتاہی
فلک پھرے ہی سدا ناپایدار ہین دن رات

اجل تو ناز ہی اور عمر ہی تری جون کبک
یہ مال و پر ہیں اب اُسکے سمجھ نہیں دن رات

چراغ و شمع تو جلتے ہیں شام سے تا صبح
مجھے جلاوے ہی یہ آہ آتشین دن رات

ولہ

جون نقش پا ہر اک سے کیا مجھکو رہا
عزت یہان یہ پائی ہی افتادگی سے آج

ولہ

ذکر زلف یار بس مت اب دل آگاہ کر
رات آخر ہو گئی قصہ کہین کوتاہ کر

سرزمین عشق مین گر چاہتا ہی کچھ نمود
آگے فوج اشک کے ای دل نشان آہ کر

اُٹھ کہین بیدار ہو کس نیند سوتا ہی نصیر
ہی سفر درپیش غافل فکر زاد راہ کر

ولہ

کب کسیکا ساغر دل ٹوٹ کر تجھسے بنا
چاک کے مانند مت ای چرخ کج رفتار پھیر

کہتا ہون نصیر اُٹھ کے دریار پہ جا بیٹھ ۔ دنیا مین کہین اور ٹھکانا ہین اچھا

ولہ

پشتِ لب پر ہی تری یہ خطِ ریحان ایسا ۔ منہ تو دیکھو کہ لکھے یاقوت رقم خان ایسا

ولہ

ایسی بھی بعد مجنون یارو ہوا بندھی ہی ۔ لے گرد باد جیسم کب کو مکو نہ آیا
کیونکر یہ ہاتھ اپنا پونہچیگا تار گریبان ۔ دست خیال سے جسکے دامن کو چھو نہ آیا

ولہ

جبکہ حق آپ کو شہ رگ سے بھی فرمائے قریب ۔ پھر وہ اندھا ہی یہان جو نہ اُسے پائے قریب
دوربین پونہچے ہی چشمِ دلِ آگاہ کو کب ۔ یار سو کوس پہ گر ہو تو نظر آئے قریب
ایک صورت کے ہین دو حرف فریب اور قریب ۔ کوئی نکتہ یہ کسے بیٹھ کے سمجھائے قریب

ولہ

بعد مردن بھی ہوا باندھے ہی تیری گرد باد ۔ خوش نصیبی کیا کہوں یہ بھی ترے مجنون نصیب
جون نگین پیدا کرینگے صفحۂ گیتی یہ نام ۔ ہو گئے سیدھے ہمارے گر کھو واژون نصیب
شمع کیا روشن ہو تجھسے ہی ازل سے تا بہ مہر ۔ اُسکو جلنا روز تجکو حسن روز افزون نصیب

قطعہ

شمع پروانے سے کہتی تھی یہ انگشت اُٹھا ۔ یعنی جلتی ہون گھڑی بوجھ اشارات کی بات
دم غنیمت ہی جو تجسے مجھے سر رشتہ ہی ۔ صبح کو مین ہوں نہ تو یاد رہے رات کی بات
اُٹھ گیا نامہ و پیغام تو اُٹھ جانے دو ۔ کون سی اُسکی ہماری ہی ملاقات کی بات

ولہ

جائے تحسین ہو پیارے ترے بیمار کی بات ۔ مرگیا پر لب شکوہ سے نہ اظہار کی بات

غم غلط ہین کٹ گئی ہی نصیبہ — آہ افسوس صد ہزار افسوس

ولہ

کیا ہی اپنے سامنے گر اُٹھا لے حرص — دست طلب کو کھینچ کے توڑا ہی پاے حرص

ولہ

لگا پیچون کے بل چلنے وہ عاشق حدا حافظ — ہوا ریا پھر اک ہنگامہ محشر حدا حافظ

نگاہ دیکر جو اسکو لینے دل مین آہ ڈرتا ہون — دھرا ہی متصل تشنے کے اک خنجر حدا حافظ

سحاب آسا مگر آسمان اک دن مین بیٹھے گا — یہی رونے کی صورت ہی تو جیسم تر حدا حافظ

ولہ

رہ ہی یون روشن ہین اچلے مین پالے کے چراغ — ماہ کا جون درمیان روشن ہو ہالے کے چراغ

مرقد عاشق کی ہی یہ تربجا لے کے چراغ — داغ دل ہی اس مین اب اُس مرنے والے کے چراغ

مٹ گیا تھا آہ دل سے داغ عشق شمع رو — پھر جلا کر رکھدیا شعلے نے نالے کے چراغ

ولہ

یون لیے صد اثر سے ہین ترے کشتگان تیغ — کیا سنگ سرمہ تھا کہین سنگ فسان تیغ

مجکو تو ہم قتل نہین آہ پر ترا — نازک ہی ہاتھ اور یہ بار گران تیغ

دے میرے ہاتھ مین سپر جام ساقیا — ہر شاخ گل لگے ہی چمن مین سنان تیغ

ولہ

زلف کا سر بستہ کوچہ مانگ کا رستا ہی تنگ — دل تری شامت ہی ستا ہی خطر دونون طرف

ہی وہ دریا مین نہاتا مین ہون غرق آب شرم — کچھ عجب اک ماجرا ہی طرفہ تر دونون طرف

ولہ

تمام شہر مین جس کے لیے ہوا بدنام — وہ اب تلک بھی مرے نام سے نہین [illegible]

ہم نہ کہتے تھے نصیر اُس چشمِ دریابار کو
رودیا ای ابر تونے آکے رستے زار پھر

شکوۂ دورِ فلک بیجا ہی گر سمجھے نصیر
سخت برگشتہ سے اپنے پھر گیا دلدار پھر

وله

ہم چشمی اُسکی چشم سے مت ای غزال کر
دیکھ اُسکو اور اپنی طرف ٹک خیال کر

صاحبدلو ذرا تو حقیقت مری سنو
سینے سے لے گیا ہی کوئی دل نکال کر

وله

لگے گی دم مین سرِ تیغِ زمانہ سر اُٹھانے پر
نہ اتنا محو وارہ سان اُچھلو خرانے پر

ریاضِ دہر مین رہنا ہی خاک اہلِ تواضع کا
کہ شاخِ پُرثمر کھاتی ہی پتھر سر جھکانے پر

نصیر اسکا بھروسا جو کرے وہ محض ناداں ہی
بنا ہے ہستیِ فانی ہی دم کے آنے جانے پر

وله

تو اُسکی مانگ کی دھن مین نصیر بیٹھا کر
گیا ہی سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

وله

حرفِ حق روبرو ٹک اُسکے سمجھ کر کہنا
یعنی رکھے ہی زباں دار کھی منصور دراز

یہی آتی ہی صدا کاسۂ چینی سے سدا
حیف کیا کہیے کہ ہی قصۂ فغفور دراز

طرفۃ العین کھلا تجھسے یہ عقدہ کہ حباب
راہِ مُلکِ عدم اتنی نہیں کچھ دور دراز

وله

ہو چکی باغ مین بہار افسوس
آہ ای بلبلِ ہزار افسوس

قافلہ عمر کا ہی پا برکاب
زیست کا کیا ہی اعتبار افسوس

جان ہونٹھوں پہ آگئی ہمدم
لیکن اب تک پھرا نہ یار افسوس

ملون نہ کیوں کف افسوس ہیں کہ میں نظر — پھرے ہے محفل یاران رفتگان کا رنگ
نصیر یاد خوابی عشرت ہے سیری مین — کہ ایک رنگ پہ رہتا نہیں جہاں کا رنگ

ولہ

بے برق شعلہ ہے نہ اخگر میں دل
کبھی تیتم میں کسے بہت آہ کے دل کی
ار خیال سے سبل کہ میرے سر میادا
کمت طائر سیماب سے کیسے نہ پر پرواز

رکھتی ہے کچھ اب عالم دیگر تپش دل
اے دیدۂ گریاں نہ بجھی پر تپش دل
بر پا کرے ہنگامۂ محشر تپش دل
پہلو میں جو کچھ مارے ہے تہ پر تپش دل

ولہ

تیری ہی کس گل کے دہن کی تھی کہانی شبنم — منہ میں غنچے کے چواتی ہے جو پانی شبنم
صبح پیسری کی مین ہوئی تیری طرح سے پامال — خاک میں ملگئی ہیہات جوانی شبنم

ولہ

گو ہر دندان دکھا دو ہنس کے آج — ورنہ ہیرے کی کنی کھاتے ہین ہم
اب تو اس کوچے میں جو کچھ ہو سو ہو — جان جاوے یا رہے جاتے ہیں ہم
کون کہتا ہے نہ کہیے احوال — گر اٹھی کہیے تو مر جاتے ہیں ہم
ق
گرچہ ہین درویش لیکن اے فلک — بحکو خاطر میں نہین لاتے ہیں ہم
ہیم ماں کے واسطے کب جون ہلال — تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہین ہم
ق
کب رنگ لوٹے گل مانند صبا — اپنے جامے سے نکل جاتے ہیں ہم
جس قدر یاں دیکھتے ہیں اوڑھنا — پاؤں یاں اتنے ہی پھیلاتے ہین ہم

ولہ

جون ذرہ نہین ایک جگہ خاک نشین ہم — اے مہر جہاں تاب جہاں تو ہے وہین ہم

ہزار حیف یہاں چھٹ کے لگ گئیں آنکھیں
وہاں وہ سورج لب بام سے ہیں واقف

دلا سبب طلب بوسہ ہے تجھے اس سے
وہ لعل لب کہ لب جام سے ہیں واقف

تپش سے دل کی خبر ہووے ہے یہاں معلوم
میں طرز نامہ و پیغام سے نہیں واقف

نہ خوش وصال میں ہو رکھ تو یاد ہجر نصیر
مگر تو کیسۂ ایام سے نہیں واقف

ولہ

ہے تجھے یاقوت لب کو اپنے دکھلانے کا شوق
رشک سے مرجان رکھے ہے دل میں چھپانے کا شوق

کیوں نہ رکھے دانۂ انگور کی تسبیح شیخ
لے گیا دامن کشاں مستی سے میخانے کا شوق

ولہ

کشتی شکستگان کا نہیں ناخدا شریک
کون اب بجز خدا ہو برے وقت کا شریک

یا بوتراب بحر الم سے مجھے نکال
میں ڈوبتا ہوں کوئی نہیں آشنا شریک

نسبت اگرچہ ممکن و واجب سے ہے و لے
اس کا شریک کوئی نہیں ہے وہ لاشریک

یہ کھینچتا ہے کوہ کو وہ کاہ کو نصیر
دل کی کشش کا ہو مرے کیا کہربا شریک

ولہ

سیے گا ناصحا تو حیف کو کیا خاک دامن تک
کیا ہے دست وحشت نے گریباں چاک دامن تک

چمن میں کس سے وسن پوچھے صبا اُس پاک دامن تک
گریبان گل نے حسرت سے کیا ہے چاک دامن تک

نہ تنہا اشک کے قطروں سے کچھ زیب گریباں ہے
یہ موتی ٹانکتا ہے دیدۂ نمناک دامن تک

ولہ

شہید کر کے ہمیں رنگ یہ نکالا ہے
نشے سے سرخ ہیں چہرۂ بتان کا رنگ

جو تو دل سے تعلق رکھے ہے اے ہمدم
کدھر کا راگ تو ڈھونڈے ہے اور کہاں کا رنگ

مال بہا ہوا ہے کیونکہ دل کہتی ہیں پلکیں یار کی
تیر بھی ہم ناوک بھی ہم برچھی بھی ہم خنجر بھی ہم

کیا خاک نشہ مے کیسی اے ساقی گلفام آ
گریاں ہیں مثل ابر کیا جون برق ہیں مضطر بھی ہم

جو چاہے ہے کر جور و جفا پر دل کا مہر داغ سے
روز قیامت کو سنا دکھلائیں گے محضر بھی ہم

ولہ

دل کو کیا جبین ہو چھٹ زلف سیہ دام کہین
اوڑتے دیکھا نہیں طائر تو سر بام کہین

تجھ سے کیا دیدہ و دانستہ محبت کیجے
آنکھ لڑتی ہی کہین نامہ و پیغام کہین

شاعری کی طرح ہم نے نہ پایا آرام
ہاتھ سے تیرے تو اے گردش ایام کہین

ٹوٹ جاوے نہ پیاری موج کہین جام حباب
ہاتھ رعشے سے ترا کانپے ہی تک تھام کہین

جون نگیں گھر میں قدم گاڑ کے اے بیٹھ نصیر
نام ہے صفحۂ گیتی پہ ترا نام کہین

ولہ

ہرگز مراجعت نہ عدم رفتگان سے کی
حیران ہی چشم نقش قدم انتظار مین

بیٹھا جو آکے چھاؤں مین مارا اسی نے سنگ
ثمرہ ملا یہ نخل کو اس رہگزار میں

ست خاک عاشقان کو تو برباد کر صبا
شاید ہو شہسوار کوئی اس غبار مین

ولہ

اٹھ سر لیے دہر مین تیری طرح حباب
اک دم کی زندگی پہ مین خود آبدیدہ ہون

سیخ کباب سے بدلتا ہون کروٹین
اے بادہ نوش آگ مین تجھ بن تپیدہ ہون

مجکو ہوا ہے وحشت نوردی سے کیا ہی کام
اے ضعف تیرے ہاتھ سے مین آرمیدہ ہون

پایا نصیر گلشن ہستی سے یہ ثمر
بار گنہ سے صورت شاخ خمیدہ ہون

شب حلقۂ رندان میں عجب سیر تھی ساقی — ساغر کو سمجھتے تھے مہ ہالہ نشین ہم
سر رشتۂ رہ عشق کا اب ہاتھ لگا ہے — جون دانۂ تسبیح نہ ٹھہرینگے کہین ہم
کھو بیٹھے ہیں اس عشق کے ہاتھوں سے نصیر اب — ہوش و خرد و صبر و قرار و دل و دین ہم

ولہ

جام مے صافیا شتابی دے — کون کہتا ہے پارسا ہیں ہم
چشم کیا کیجیے وا برنگ حباب — در فرقت لعین میں ہوا ہیں ہم

ولہ

لکھ دے مشاطہ تو ابروے دل آرام پہ نام — یعنی استاد کا بھی چاہیے صمصام پہ نام
کیونکہ روباہ صفت پاے قناعت ڈگ جاے — اسد اسد کا لیتا ہون مین ہر گام پہ نام
روسیہ گرچہ ہین پر ہمنے ترا احسان — کھو رکھا ہے نگین دل ناکام پہ نام
گردش چشم کا اک تیری نہین شاکی مین — رکھتے آئے ہیں ابھی گردش ایام پہ نام
والہ و شیفتہ و زار و حزین و مجنون — ہمکو کیا کیا تری الفت میں ملے نام پہ نام

ولہ

اس فرصت یکدم پہ دلا کر کے نہ ناز ہم — مانند حباب آہ اٹھاتے نہین سر ہم
کیونکہ یہ ہستی موہوم ابھی — مانند شرر رہتے ہیں سرگرم سفر ہم

ولہ

صرف اک تکیہ ترا دنیا مین اب رکھتے ہین ہم — گر طلب رکھتے ہیں ہم تیری طلب رکھتے ہیں ہم
عشق کی نیرنگیان جو کچھ ہیں سب رکھتے ہیں ہم — رنگ زرد و چشم تر و خشک لب رکھتے ہین ہم

آئینہ دل کا صاف کر کہلائے صیقل گر بھی ہم — ولہ — اپنے سواد یکھین کسے اندر بھی ہم باہر بھی ہم

ہنستے ہی ہنستے راہی ہی قافلہ گلوں کا
غنچون کا ہی چٹکنا بانگ درا چمن مین

کاکل کو اپنے رخ پر مت چھوڑنے تو ہو یہ
سنبل کے سر پہ ہو گی نازل بلا چمن مین

جاوُن کدھر نصیر اب ہاتھوں سے مین جنوں کے
ہر موج آب جو ہی زنجیر پا چمن مین

ولہ

دیدۂ نقش قدم ایک نہین ہی پامال
سیکڑون خاک مین گردون سے ملائین آنکھین

خاک ہی چشم مروت کہ بنا کاسۂ آب
ای حباب لب جو ہم سے چرائین آنکھین

ولہ

پوچھ ساقی سے عجب سیر تھی کل دریا مین
موج کرتی تھی رہ رہ بہن کے بل دریا مین

طرفۃ العین کیا بیتس نظر تو نے حباب
عقدۂ زندگی و مرگ کو حل دریا مین

ولہ

ہاتھ دھو بیٹھے نہ جب تک زندگی سے تب تلک
نقش پای رفتگاں کو کیا کوئی پائے کہین

خاکساری نے ترا وام رہا مین کب ہون سد
موج نفس بوریا ہر چند لہرائے کہین

سلق سے دست طمع کھینچا جنھون نے ای نصیر
کس فراغت سے ہین بیٹھے پاؤن پھیلائے کہین

ولہ

اُسکے ہنسنے پر دلا کیون اشک بھر لاوین نہین
برق وان چمکے تو ہم یان منہ بھی برساوین نہین

خاک ہی نام و نشان اپنا کہ جون نقش قدم
راہ الفت مین مٹے تو بھی ترے بھاوین نہین

سایۂ مژگان مین رکھ ہر تحت دل کو چشم تر
یہ گل باغ محبت دیکھ کمھلاوین نہین

ولہ

آپ کا کون طلبگار نہین عالم مین
ایک بندہ ہی گنہگار نہین عالم مین

ولہ

فرصت ایکدم کی ہی جوں حباب پانی یان
خاک سیر ہو کیجے سیر زندگانی یان

انتو منہ دکھا اپنا کاٹ کے تو ای پیری
مل گئی تری خاطر خاک مین جوانی یان

گھیر تو نے جامے کا سے طرح بڑھایا ہی
اب یہین نہ پاے گا دور آسمانی یان

ولہ

گرچہ جوں نقش قدم خاک سے ہمدوش ہوئے ہین
پر ترے سایۂ قامت سے ہم آغوش ہوئے ہین

کہدو یہ اس ستم ایجاد سے میرا پیغام
تو جفا پیشہ اگر ہی تو وفا کوش ہوئے ہین

کیون نہوں مردمک دیدہ کونین نصیر
ماتم آل پیمبر مین سیہ پوش ہوئے ہین

ولہ

قسم نہ کھاؤ زبان داب کر کہ آؤنگا
تمھاری ایسی زبانی قسم سمجھتے ہین

اٹھائیو کوئی طوفان نہ سر پہ خانہ خراب
کہ تجکو خوب ہم ای چشم نم سمجھتے ہین

نصیر یعنی دل و داغ اور سینہ و آہ
جو کچھ کہ ہین یہ انھین لوگ کم سمجھتے ہین

عرض کھلا ہی یہ ہم پر مقام حضرت عشق
کہ عرش و کرسی و لوح و قلم سمجھتے ہین

ولہ

بیاد خال بتان اشک کیا نکلتے ہین
مسافر آج یہ تارون کی چھاؤن چلتے ہین

پہونچ گئے سبھی منزل کو ہمرہان افسوس
اور ایک ہم ابھی آنکھیں ہی اپنی ملتے ہین

لباس کہنۂ ہستی اوتار کر عاشق
کفن نہ سمجھو یہ پوشاک اب بدلتے ہین

بغل مین مدعی جان ہی دوستو یہ دل
کہ اسکی بات کے پہلو کئی نکلتے ہین

ولہ

رکھیے قدم نہ اُسکے کیونکر دلا چمن مینا
اوڑ ناگنی سے لگے ہی موج ہوا چمن مین

یکسو بن گیا ہوں رہ روش ای نصیر
اس نقش بوریا کی میں تعریف کیا لکھوں

ولہ

جور کے ہاتھوں سے سر تا پا لب فریاد ہوں
ہوں عجب میں بھی کہ اتنک ای ستم ایجاد ہوں

ہی مجھے ربط دلی اُس یار جانی سے نصیر
گو وہ بھولا مجکو لیکن میں تو رکھتا یاد ہوں

ولہ

کبھو نہ اُس رخ روشن پہ چھائیاں دیکھیں
گھٹائیں چاند پہ سو بار چھائیاں دیکھیں

بلائیں لیوے ہی ہاتھوں سے اُسکی زلفوں کی
یہ دست شانہ کی ہم نے رسائیاں دیکھیں

کسی نے لی نہ خبر غرق بحر الفت کی
ان آشناؤن کی یہ آشنائیاں دیکھین

ہم اپنا تجکو ہوا خواہ جانتے تھے صبا
بہار تو نے بھی تہا اوڑائیاں دیکھیں

بیاں کس سے کروں ای تیرہ بختی کا
اندھیری راتیں وہ ای دل پھر آئیاں دیکھیں

نصیر کیجے وفا کب تلک بقول میر
جفائین دیکھ لییان بیوفائیان دیکھین

ولہ

نہ ذکر آشنا نے قصہ بیگانہ رکھتے ہیں
حدیث یار رکھتے ہیں یہی افسانہ رکھتے ہیں

چمن میں سرو قد گر جلوہ مستانہ رکھتے ہین
برنگ طوق قمری ہم خط پیمانہ رکھتے ہیں

نہ اُلجھو اس قدر بیوجہ سلجھانے مین زلفوں کے
دل صد چاک تو ہم بھی برنگ شانہ رکھتے ہیں

دل اپنا کیوں ہو بحر جہان میں جون گہر قانع
ملاقات آپ ہی ہم کو نہ فکر دانہ رکھتے ہیں

بٹھائین سرو و شمشاد اپنے سر کیوں آ قمری کو
ترے قد کے ہین صدقے صبح آزادانہ رکھتے ہیں

ٹھکانا کچھ نہیں پوچھو ہم سے تم خانہ بدوشوں کا
جہاں جون بوئے گل ٹھہرے وہیں کاشانہ رکھتے ہین

ہمیں مت چھیڑ کر دیکھو رولاؤ اور جلاؤ تم
کہ طوفان چشم مین سینے میں آتشخانہ رکھتے ہین

	ولہ	
اسے تو ڈوبایا ہے مجھے اُس نے جلایا		ہو جانہ خراب آنکھ کا اور دل کا بُرا ہو
سب لب ہے ترا لام ہے زلف اور الف قد		یار دل عشاق یہ کیونکر نہ ملا ہو
کون عشق کے کشور کا نہ سلطان کہیں اُسکو		تیشہ سر فرہاد پہ جب بالِ ہما ہو
	ولہ	
گنجفے کا ہے ورق پاس فلک کے خورشید		اس سے بازی نہ کوئی جیت سکا ہاتھوں ہاتھ
دستگرداں یہ نہیں جنسِ گرانمایۂ دل		اس کا سودا کوئی کیونکر ہو بھلا ہاتھوں ہاتھ
	ولہ	
کرتا ہے پیچ دل سے کچھ دود آہ اُلٹے		ایسا نہو کہ ڈسے کر مارِ سیاہ اُلٹے
	ولہ	
سحر جو تو لیے جام شراب ہوتا ہے		عرق خون شفق آفتاب ہوتا ہے
طلب میں کیوں نہ وہ بوسے کی مجکو دے دشنام		سوال کا بھی کچھ آخر جواب ہوتا ہے
یہ بحر عشق تمام جسکہ موج مارے ہے		تو آبلہ مرے دل کا حباب ہوتا ہے
	ولہ	
یاد مجکو ہے اک اُسکی نہیں ہر دم ساقی		ہچکیاں لگ گئیں شیشے کو بھی پیہم ساقی
جلد آ ورنہ کوئی دم کو چمن میں تجھ بن		مجھے ہیرے کی کنی دیویگی شبنم ساقی
اُٹھ گئی سلطنت جم کی تمنا دل سے		ہاتھ سے جام مئے بھر بھر کے تو جم ہم ساقی
مست و مدہوش کیا ہے تری آنکھوں نے		نہ رہا دونوں جہان کا مجھے کچھ غم ساقی
روز کہتے ہو یہی آج کی شب ٹھہر گی	ولہ	دیکھیے تم سے ملاقات کی کب ٹھہریگی

ولہ

مدت ہوئی ہیں کنج قفس میں پڑے تڑپتا　　مرغان ہم آواز تک آواز سنادو
اسکو کہو اجازت مدو انسکون کو مژہ تک　　سو بیزے ڈوملے کو تو پانی چڑھا دو

ولہ

پھینکنے ہی تاک کرتے بام بلند کو　　تار نگہ کی مردم دیدہ کمند کو
چھٹتا ہی ہے آئینہ یہاں ہاتھ سے　　لپکا پڑا ہی یہ اس خود پسند کو
مست کش طبیب ہوں کس واسطے نصیر　　ہی درد ہی میں چین دل دردمند کو

ولہ

زندگی بن ترے کیا خاک مہ طلعت ہو　　کہکشاں کی لیے برچھی جو شب فرقت ہو
نا توانی کا ہی احسان کہ ننھا ہوں میں ہلال　　شہر میں کیوں نہ نکلنے کی مرے شہرت ہو
روکتی آئینہ کرتا تو ہی تجھسے لیکن　　من اسی سطح میں ہوں دیکھیے کیا صورت ہو
دل میں سوراخ ہی اما سے زمان کے ہاتھوں　　خاک جوں دانہ تسبیح ہمہ الفت ہو
مے پرستی کی نصیر اس گھڑی کیفیت ہی　　جسکا معشوق گل اندام ہو اور خلوت ہو

ولہ

جان و دل صبر و خرد ہم تو تمہیں دے بیٹھے　　اور کیا جی میں ہی فرمائیے کیا چاہتے ہو
دوستو دل کا لگانا ہی نہایت ہی برا　　آؤ جانے دو اگر اپنا بھلا چاہتے ہو
کیوں نہ ہو زلف کو سررشتۂ الفت تم سے　　تم بھی تو حسرت دل اسکو ملا چاہتے ہو
وجہ معلوم تو ہو چین نہیں ہونے کی　　سچ کہو جی میں ہی کیا کس سے لڑا چاہتے ہو
رنگ چہرے کا یہ بیوجہ نہیں زرد نصیر　　یا ہو رنجور کسی شخص کو یا چاہتے ہو

قبولِ خاطرِ احباب ہی سخن ایسا — یہ فیضِ صحبتِ ماتمؔ نصیر پایا ہی

ولہ

غافل ٹک اپنی ہستیِ موہوم کو تو دیکھ — اکدم کی جون حباب تری بود و باش ہی
رہا یہ کیجو شورِ قیامت کو پھر کہیں — ٹھوکر نہ مار یہ ترے عاشق کی لاش ہی
ہی اس زمین پہ گردشِ افلاک اس قدر — سنتے ہی آہ ساغرِ گل پاش پاش ہی
گہ گل کو دیکھتا ہون گہے شمع کو نصیر — ہر رنگ میں غرض مجھے اُسکی تلاش ہی

ولہ

قیامت کو جو تو ٹکرے تو کیا ہوتا ہی یہ سُن کر — مرا شور و فغان سارا جہان آباد سنتا ہی
ابھی کہتے تھے صاحب ہم رہے بخشے کیون جھکیے — جو کچھ کہنا ہی اس بندے کو ہوا ارشاد سنتا ہی
قصورِ عقل ہی تعمیر کرنا قصر کو منعم — یہ تھورا کی کدھر ہی دیکھ تو بنیاد سنتا ہی
کہان بہرام اور گور اور کجا جمشید و خسرو — یہان تختِ سلیمان ہو گیا برباد سنتا ہی

ولہ

ہی بیاضِ سادہ یا یہ مخزنِ اسرار ہی — سورۂ یوسف ہی یا مصحف ہی یا رخسار ہی
راتِ یلدا ہی یا ظلمات یا ابرِ سیہ — دودِ آہِ عاشقان یا جعد یا طرار ہی
زلف یا سنبل ہی یا طغرائے فرمانِ جمال — مایۂ آشفتگی زنجیر ہی یا مار ہی
یا سنان یا چنگلِ شاہین ہی یا دستِ دعا — یا صفِ محشر ہی یا مژگان ہی یا تلوار ہی
یا مفرح یا لبِ کوثر ہی یا آبِ حیات — طوطیِ شکر شکن یا لعلِ گوہر بار ہی
اخترِ صبحِ سعادت مورِ عنبر یا بلال — تخمِ آہِ آتشین یا خالِ روئے یار ہی

حلقۂ مہ سلمان سے نہین کم خطِ جام — ولہ — ورنہ ساقی کو کی شیشے مین پری رہتی ہی

ای مسیحا نفس اکدم تو سرِ بالیں آ
جاں ہونٹھونپہ مری تیرے سبب ٹھہریگی

ولہ

ہوا ہی جوشِ مرغانِ چمن صیاد پر ثابت
پرِ طاؤس مہرِ داغ سے محضر نکالے ہی

ولہ

کس منہ سے اب گلشن میں تو اُس گل کو منہ دکھلاتا ہی
جیسا ہی کھلی ہی ای غنچہ کیون پھر اُتنا دکھلاتا ہی

مظہرِ عینِ حقیقت اُسکا کیسا کیا رنگ دکھاتا ہی
آنکھون کے آگے سے غافل جب تب وہ اُٹھ جاتا ہی

جذبۂ عشق و محبت ایسا اُسکو کھینچ ہی چھوڑیگا
دیکھ تو کیا ہوتا ہی ای دل اتنا کیون گھبراتا ہی

ولہ

وہ نہین ہیں ہم جو تیرا چھوڑ کر در جائینگے
سر کو سنگ آستان سے پھوڑ کر مر جائینگے

ولہ

ابرو یہ ستم خال بلا زلف غضب ہی
ای دل یہ مہِ نو ہی یہ اختر ہی یہ شب ہی

دنیا بھی ہی ای اہل نظر جائے تماشا
ماتم ہی کسی گھر مین کہین بزم طرب ہی

ولہ

قسمت مین کسی کی ہی یہاں گوہرِ شہوار
مانند صدف جو کوئی وابستہ دہن ہی

رخت سفری دوش پہ غنچے کیطرح باندھ
ہشیار ہو غافل کہ یہ جا کب وطن ہی

ولہ

یہ عالم اُسکے خط سبز نے دکھایا ہی
کہ جسکو دیکھ کے عالم نے زہر کھایا ہی

وبالِ جانِ ستم دیدہ کیوں ہوئی ای آہ
کچھ اب یون تو بہت تونے سر اُٹھایا ہی

یہ گرد باد نہین عشق سے بیابان مین
مزارِ قیس پہ خیمہ بپا چڑھایا ہی

ولہ

عاشق کو کیا یہ تری گفتار مار ڈالے عالم کو رفتہ رفتہ رفتار مار ڈالے
آئینہ سان نہیں ہی ملنے کی شکل کوئی یارب بہ آرزوے دیدار مار ڈالے
تا رحمت ہوئے اکدم بصرف غفلت جون شمع کاش عشق ربار بار مار ڈالے
منصور سے ہزارون اس صفحۂ زمین پر نیرنگی فلک سے سردار مار ڈالے
جون غنچہ ہی ہمارے دل کی نصیر ملمین گر کیجیے کچھ اُس سے اظہار مار ڈالے

ولہ

شتابی باندھ اسباب سفر اے بیندے ماتے کھلے ہی اب تلک آنکھیں تو پونہچا کاروان آگے
نصیر اس رہگذر مین جستجو کر بیٹھ مت تھک کر ملے شاید سراغ نقش پاے رفتگان آگے

ولہ

سبو و خُم گل و غنچہ سے کیے پُر ہین شبنم سے چمن میں ہی یہ شہد و سبیل پانی کی
نظر پڑا نہ کہین پھر وہ ماہ کنعانی نصیر ہم نے بھی یک چند کاروانی کی

ولہ

تونگر کیطرح درویش کیا مسند بچھا بیٹھے خدا کا جسکو تکیہ ہو وہ کیا تکیہ لگا بیٹھے
فقیرون سے کہیں دل میں ہوس کچھ سیر دریا کی زمین پر دیکھتے ہین موج نقش بوریا بیٹھے
جہان مین یون تری بنیاد ہی اے آدم خاکی کہ جون پانی کا اُٹھ کر ایک دم مین بلبلا بیٹھے
غرور حسن اتنا تجکو کب تھا اے شہ خوبان یہ نادانی ہوئی ہم سے جو آئینہ دکھا بیٹھے

ولہ

ساقی رکھے ہی تیرا کیا انتظار بجلی پردے مین ابر کے ہی جو بیقرار بجلی

باوجود اسکے کہ ہی جامع اضداد صفات
ذات حق تشبیہ سی بھی ای شیخ بری ہتی ہی

ولہ

نہ ہر گز کوئی ہم جیتی سے اس لب پر کمر باندھے
ہماری بات کو سنکر گرہ مین بیتکر باندھے

اٹھایا ہاتھ تو بھی خون عاشق سے، قاتل نے
حنا نے رات اسکے روبرو ہاتھ آن کر باندھے

کیا ہی صید چشم سرگین نے یون دل عاشق
کہ جون شاہین کبوتر پر گرے ہی بال و پر باندھے

عبث ہی شیخ گویاں کفر اور اسلام کا قصہ
تصور زلف و روئے یار کا شام و سحر باندھے

ولہ

چرخ نے کسکو نہ فیل و شتر و کوس دیے
لاکھون جمشید کیے سیکڑون کاؤس کیے

حیف یہ عیش و طرب ہی کہ خناس کے مانند
اپنے ہاتھون کو جو مل مل کوئی افسوس جیے

شیخ بے ذوق جیے کعبے مین صد حیف نصیر
برہمن رقص کرے دیر مین ناقوس لیے

ولہ

نہین اختر فلک پر شب کو یہ ہر سو نکل آئے
رہا جو خانۂ پُر دود مین آنسو نکل آئے

دکھاوینگے تماشا دم مین دریاے حوادث کو
برنگِ موج ہم گر مار کر بازو نکل آئے

ولہ

بوسے کی چاہ مین لب جانان تلک گئے
ای خضر ہم بھی چشمۂ حیوان تلک گئے

مژگان پہ ہی تلاطم امواج سیل تاب
پیغام چشم تر کے بھی طوفان تلک گئے

عاشق تو یار تجھسے بھی نازک مزاج ہین
سایے مین نخل آہ کے بستان تلک گئے

ایسا دل شکستہ کسی سے بنا نہ جب
ہم لیکے شیشہ گر کی بھی دوکان تلک گئے

نظر ہی خاک تجھے آبرو نصیر
آنسو نکل کے چشم سے دامان تلک گئے

نقش برآب ہم انکو سمجھتے ہین اہل دید ۔ نقش حباب جسکی ہوا پر کلاہ ہے
خورشید سر برہنہ جو نکلے ہے ہر سحر ۔ کس مہ جبین کے ہاتھ سے بیداد خواہ ہے
یان ہم ہین اور سر ہے بزانوے کنج غم ۔ وان آئینہ ہے شانہ ہے زلف سیاہ ہے
ساقی ترے بغیر گلستان دہر مین ۔ ق ۔ گذرے ہے اسطرح سے یہ شام و پگاہ ہے
ساغر ہے داغ شیشہ کھنچا ہے آبلہ ۔ بارش ہے اشک ابر سپید و دود آہ ہے
اسکا ٹھکانا ہے اگر کرم جلوہ گر نصیر ۔ گو گوشہ جہان یہ مرا برگ کاہ ہے

ولہ

لسان شمع قلم کیون نہ ہووے سر اسکا ۔ جو تیری بزم میں ہر دم زبان بدلے ہے
خدا کے واسطے رکھ ہم سے آنکھ اب سیدھی ۔ نظر تو کیون بت نامہربان بدلے ہے
چمن پہ آج ہے شاید چڑھائی بدلی کی ۔ زری کے برق جو ہر دم نشان بدلے ہے
مثال آئینہ ہم سے رہے وہ صاف نصیر ۔ نظر ملا سے اگر اک جہان بدلے ہے

ولہ

سو دیار اے ہمت نظر آیا سنے مجھے ۔ دل کا جس سودا ہوا سے ہو گیا سودا مجھے
اسکے کوچے کی زمین بکدست وحشت خیز ہے ۔ حلقۂ زنجیر ہے ہر نقش پا سے مجھے
پاؤن پڑ زنجیر وان سے لائی گر جنون نصیر ۔ لے گئی دیوانگی پھر جانب صحرا مجھے

ولہ

لگے زخمی تری کیا تیغ نظر کا پانی ۔ ہے چور اسے جو ہوئے زخم اسکے جگر کا پانی
اپنے کوچے سے اٹھاتا ہے وہ اب جبین نصیر
داد ہمت مین کہاں کا ہے کدھر کا پانی

دیکھ آیینے میں اپنا ٹک جلوۂ تبسم
جھکی کب اس طرح سے دریا کے پار بجلی

ولہ

حُسن نمکین کا تیرے شور پڑا ہی
داماں حجالت بہ رخ حور پڑا ہی

یک مشت جبیہ خاک ہی ریا ذکر عشق
بھرنا ہمیں اس سے دہن گور پڑا ہی

ولہ

محبت میں تری ای جان من کیا دل کو رو بیٹھے
ہم آخر رفتہ رفتہ ہاتھ ان آنکھوں سے دھو بیٹھے

نہیں ہی فکر زاد و راہ کچھ یاران محفل کو
یہ اُس مہمان سرا میں ہو کے صاحب خانہ ہو بیٹھے

ہمیں محفل سے اپنی دیکھیں وہ کیونکر اُٹھاتا ہی
نہیں اُٹھنے کے اب تو یار ہو لی ہو سو ہو بیٹھے

بتوں کی آشنائی سے اُٹھاؤ ہاتھ جانے دو
نصیر اب اپنے گھر میں تم خدا کا نام لو بیٹھے

ولہ

نہیں فکر معیشت سے کوئی یاں ایکدم خالی
کہ مہر نیم ناں رکھتا ہی ماہ نو شکم خالی

ملیں کب آشنایاں غریق بحر الفت سے
حباب آسا نہ جب تک اپنی ہستی سے ہوں ہم خالی

خدا حافظ ہی ای ہمدم متاع صبر و طاقت کا
نہیں پھرنے کی ملک دل سے فوج درد و غم خالی

ولہ

جب تک کہ ہوا ہوا ہی اپنی نہ خاک لیجے
گلشن میں قدم تیرے کیا با صبا لیجے

گو نقش قدم ہم تو پامال ہوئے لیکن
دامن کو ذرا پھر کر ٹھوکر تو لگا لیجے

ولہ

بالیں پہ آکہ منتظر یک نگاہ ہی
بیمار چشم کی ترے حالت تباہ ہی

گلشن میں کوئی کشتۂ چشم سیاہ ہی
نرگس کی یک قلم جو زمیں پر نگاہ ہی

اس ابر سیہ تشنگی کا خاک اب یاں ای گرد باد کہئے
ازل سے پاؤں میں ہے یہ چکر ادھر ہمارا ادھر تمہارا

یہ سب یہ وسعت ہے سینہ سو کہ صاف آئینہ ساں ہیں ہم
غبار دل میں رہے نہ کیونکر ادھر ہمارا ادھر تمہارا

نہ دل جگر سے کرے ہے باتیں کہ ایک پل میں لگا اُسکے
نگاہ و مژگاں کا تیر و خنجر ادھر ہمارا ادھر تمہارا

اُدھر تو تروار آنکھ ہیں ادھر کو ہم سر جھکائیں اپنا
کہتا ہوں معلوم سب کو جوہر ادھر ہمارا ادھر تمہارا

غرور و ناز و کرشمہ ہو واں نیاز و زاری عجز ہو یاں
عجب طرح چلے ہیں ساتھ بت کر [?] ادھر ہمارا ادھر تمہارا

قطعہ

حال دو کھلا سے کو محراب خم ابرو کا
کشتۂ عشق میں دلدار جو ہوتا کوئی

جیتے جی کہا کہ اس ابر کرم سے بت آہ [?]
منہ بھی قبلے کی طرف کرکے سوتا کوئی

چشم ترکسکا نہ منہ تھا جو یہاں ترستا
دل کو یوں دیدۂ دل بستہ ڈبوتا کوئی

آبرو رکھ لی مری ابر رحمت نے
خاک اس نامۂ اعمال کو دھوتا کوئی

نسبت بیا یہاں کس سے پائے نصیر
زانوِ یار پہ سر رکھ کے جو سوتا کوئی

ولہ

ملایا خاک میں لاکھوں ہی تو نے شہسواروں کو
ڈروں ہوں اے فلک اب میں تری بدرکابی سے

گھٹا کی دیکھ کر مستی کو میں لوٹے ہے ای ساقی
چمن میں جام گل بھر دے تو غنچے کی گلابی سے

اُٹھائی سر سے ہر سایۂ گل جو صبح سیارہ [?]
کسی نے لی ہے انگڑائی چمن میں بے حجابی سے

کوئی جلتا ہے ای ہمدم یہاں اور کوئی کڑھتا ہے
نہیں کم خانۂ گردوں بھی دکان کبابی سے

نصیر اس عشق کے کوچے میں کہتے تھے قدم رکھیے
ہوا آگاہ رسوائی سے لو اب اور خرابی سے

ولہ

دل کا کیا مول بھلا زلف چلیپا ٹھہرے
کچھ تری گانٹھ گرہ میں ہو تو سودا ٹھہرے

وابستگی دل ہی عبث باغ جہان سے | ولہ | عقدہ یہ کھلا اب ہمین غنچے کی زبان سے
مت پوچھ جھبوں کی کہ نکلنی بھی سواری | | نقارہ و اسپ و شتر و فیل و نشان سے
سو گردش افلاک سے اونکی ہی یہ نوبت | | واقف نہین ہی آہ کوئی نام و نشان سے

ولہ

پوچھتا کیا ہی پور مدان خرابات سے شیخ | | بے نشاں کون ہی اور نام و نشاں کسکا ہی
آگ لگ جائے مجھے عشق کہ اون ہم تو چلین | | اور نہ پوچھے وہ کہ یہ سوختہ جان کسکا ہی
آنکھ اسکی رہین جون گردش ساغر مست بھر | | ہم نے جانا کہ تو ای پیر مغان کسکا ہی

ولہ

عشق ہی جو ہر سے طالب دیدار ہوتے | | ہم خواب عدم سے کبھی بیدار نہوتے
سینے سے لگا رکھتے یہ ای رشک چمن ہم | | گر داغ جگر غیرت گلزار نہوتے
آنکھین بھی یہ پتھرا گئین پر اسنے نہ دیکھا | | ای کاش ادھر رخنۂ دیوار نہوتے
باندھا ہی مرے مصرع کا کل کا یہ مضمون | | ورنہ مرے اشعار دھوان دھار نہوتے

ولہ

گرمی بازار آہ دیکھ دلا اور ہی | | کل کی ہوا اور تھی آج ہوا اور ہی
ای ستم ایجاد ہم تجھسے کہا تک کہین | | طرز جفا اور ہی رسم وفا اور ہی
دامن گل لوٹ کر جیتے ہوئے چھو لیا | | بات لگاوٹ کی پر باد صبا اور ہی
اسکے تڑپنے کو اب ق سے پوچھے کوئی | | یہ دل بیتاب ہی مسئلہ کا اور ہی
بیتی اٹھا مجھے لے تو چلے ہو ولے | | مجکو ہی آزار عشق اسکی دوا اور ہی

ہلینگے ابرو جو یونہیں ادھر ہمارے ادھر تمہارے | ولہ | چلیگی تروار دیکھنے پر ادھر ہمارے ادھر تمہارے

ہر گام پہ ہی جلوۂ برق شرر فشاں ‎— یہ اُس سمند ناز کی رفتار گرم ہے

نکلا ہے آج بن کے قیامت وہ رشک مہر ‎— ہنگامۂ جزا سے سر بازار گرم ہے

رکھا قدم نہ تو مرے مرقد پہ بھول کر ‎— سینے میں اب تلک یہ دل زار گرم ہے

ولہ

ہستی سے خاک کام ہے مثل شرر مجھے ‎— آتا ہے گریہ ہستی موہوم پر مجھے

جوں غنچہ ایکدم کے لیے منت نسیم ‎— اب ناخدا ہے دوش پہ رخت سفر مجھے

افشائے راز دیدہ و دل سے نہ کر ہا ‎— ہر گریہ تجھ سے چشم نہ تھی چشم تر مجھے

عشق بتاں نہیں بس ہے لب خشک و چشم تر ‎— دی ہے خدا نے سلطنت بحر و بر مجھے

گردش گردوں کو چین نہیں مثل گرد باد ‎— بیٹھا ہوں تو بھی گھر میں ہے ہر سفر مجھے

کیا جانئے کدھر وہ گئے حیف اے نصیر ‎— یاران رفتگان کی نہیں کچھ خبر مجھے

ولہ

زنجیر زلف کے جو سر فرق حجاب ہے ‎— آنکھوں میں دو عالم کے وہیں فرق حجاب ہے

ولہ

یہ درمیاں سے اٹھا دے حجاب کا پردہ ‎— ملا سے میری اگر ہم سے رہے رہے نہ رہے

بھروں گا تا نہ دم واپسیں میں تیرا دم ‎— اگرچہ اب میں مرا دم رہے رہے نہ رہے

ترا میں دیکھ کے عالم ہوں اور عالم میں ‎— کسے خبر ہے یہ عالم رہے رہے نہ رہے

چراغ صبح کے مانند دم کا مہماں ہوں ‎— شتاب آ کہ مرا دم رہے رہے نہ رہے

فراق یار میں رونا نہ چھوڑیو تو نصیر ‎— ملا سے دیدۂ پرنم رہے رہے نہ رہے

ولہ

کسے کیا کبھو یہ موسے سر اپنے ہوتے تھے ‎— میاں ہوتے تو تھے پر تا کمر اپنے ہوتے تھے

جنبش لب یہ قیامت ہی کہ جی اٹھے ہم
آج اک بات مین تم رشک مسیحا ٹھہرے

باغ دنیا مین مفید ہیں وارستہ مزاج
نکہت گل کو نہ دیکھا کہیں اک جا ٹھہرے

سرو کو نکر نہ خجالت سے زمیں مین گڑ جائے
قامت اسکا جو قیامت کا نمونا ٹھہرے

زلف کھینچے ہی ادھر اور ادھر کو کاکل
ایک دل ہی یہ مرا دیکھیے کسکا ٹھہرے

ولہ

دل مایاس کو جب تجھسے ملا دیکھینگے
پھر ترے ہیسا ترا ای قبلہ نما دیکھینگے

چشم سے پردۂ غفلت جو اٹھا دیکھینگے
سب با ہم تجھے اور سب سے جدا دیکھینگے

آئینے کو ہی پریشان نظری کا لپکا
ہم کسی اور کو کب تیرے سوا دیکھینگے

دم تو بھرتی ہی تو اس گل کی ہوا خواہی کا
پر لگاوٹ تری ای باد صبا دیکھینگے

دل یہ کہتا ہی کہ مت یاد بتاں دلواؤ
چھیڑ سے لے کا مرے پھر آپ مزا دیکھینگے

ولہ

اس یہ مجنوں ہی نیاں فرہاد ہی
اپنے دم سے ملک عشق آباد ہی

اس قدر ہم سے کیا ہی تجھکو یاد
ایک عالم کو ہماری یاد ہی

انکو ہم دیکھیں ہیں اور وہ آئینہ
یہ عجب در پیش اک روداد ہی

ولہ

چمن میں صبحدم ہی کیا وفور قطرۂ شبنم
کہ سوسن کا کٹورا دست نرگس سے چھلکتا ہی

کریں اس میکدے کی سیر کیا ہم عمر ہی آخر
کہ پیمانہ کوئی دم کو یہ ای دلبر چھلکتا ہی

شہیدوں کو رسے سیراب دکھایا ان تلک قاتل
لب ہر زخم سے آب دم خنجر چھلکتا ہی

ولہ

جسکے کہ حسن و عشق کا بازار گرم ہی
یاں آہ ہی وہان نگہ یار گرم ہی

دل کیون ہو غریق کہ دریاے حسن ہین — حلقون سے زلف کے کئی گرداب پڑ گئے
یاران رفتگان کی خبر لو حضرت نصیر — ملک عدم کی راہ مین سارے بچھڑ گئے

ولہ

حدیث لعل مسیحا جہاں نکل آئی — اسیر زلف یہ تڑپا کہ جان نکل آئی

ولہ

جگر میں آہ ویران ہی رکھے ہے ستم تیرا — الٰہی دل کدھر جاوے ادھر آتش ادھر پانی

ولہ

نالہ حلق ہو گئی لاکس وہ [illegible] وا — نفس کو اپنے نار کے جھٹکائے جائے ہے
کیا حال جسم زار کہون سوز عشق سے — اک نال ہے کہ آنچ سے بل کھائے جائے ہے
اس جور پیشہ سے دم رفتن کوئی کہے — کیوں ایک بیگناہ کو تڑپائے جائے ہے

قصائد کا انتخاب

اے جس کے عز و جاہ کے بالا تر آفتاب — نقش قدم سے کیا ہو ترے ہمسر آفتاب
دامان سبب سے صبح نکل سہری بدر کو — لاتا ہے ہاتھ مین طبق پر زر آفتاب
تیرا علو مرتبہ وہ ہے کہ در پہ روز — کردے ہلال اپنی جبین گھسکر آفتاب
مسند نشین وہ تو ہے کہ تجھ سے وار کر — پھینکے ہے زر کے پھول بھر کشور آفتاب
اس در پہ غیرت ید بیضا ہے دست جلق — ہر اشرفی چمکتی ہے یان بنکر آفتاب
منہ کیا ہے ہمسری جو سپہر سے تری کرے — اک صحیفے کا ہے ورق ابتر آفتاب
تو عدل گستری میں بھی رکھتا ہے برتری — گردون پہ داد خواہ ہے عریان سر آفتاب

اگرچہ بھی تھا ن عاشق کتنی سان زمانے میں
رت کعبہ نہ بیدا وگر ایسے نہوستے پتھے

ولہ

کوئی کب فتنہ انگیز ای فلک تجسا زمین پر ہی
کہ تو جا مارین سکے ہی تلے آسمان زمین پر ہی

یہ انسان نعش باطل ہی بھروسا کیا زمین پر ہی
مُندی جب آنکھ تب کچھ او رہی نقشا زمین پر ہی

جہاں مین سرکشی فوارہ سان کرتا ہی جو کوئی
دلا آخر وہی پھر سر کے بل گرتا زمین پر ہی

نشانِ ماہ طلعت کیوں نہ بانِ دورآنکو دیکھیں
داغ اُسکا فلک پر ہی اگرچہ پا زمین پر ہی

نصیر آئینہ سان ہو محو حیرت کیون نہ چشم اپنی
تماشا صانعِ قدرت کی قدرت کا زمین پر ہی

ولہ

جاؤ کوئی گر آئے وہ لائے سے کسو کے
تا لب پہ ٹھہر جائے دم آئے سے کسو کے

تم چشم فسون ساز مین سرمہ لگاؤ
کچھ خاک مین حاصل ہی ملائے سے کسو کے

کر ضبط فغان ای دل نالان کہ اُٹھیگا
اک فتنہ جو اسدم جگائے سے کسو کے

میرے دل صد چاک پہ ای گل نہ ہنس اتنا
اترائے ہی کیون سر پہ چڑھائے سے کسو کے

وہ اور ہین ای شمع جو الفت مین ہین نالان
روتے ہین تری طرح رولائے سے کسو کے

جون کا عذ آتش زدہ ہم بھر تماشا
ہنس ہنس کے جلے رات جلائے سے کسو کے

جون نقش قدم خاک نشینان رہ عشق
تا حشر اُٹھینگے نہ اُٹھائے سے کسو کے

ای ناصح بیہودہ نکر پند و نصیحت
دل لگ کے بھی چھٹتا ہی چھڑائے سے کسو کے

گو ڈر سے ترے بزم مین ہم پی گئے آنسو
پر رنگ چھپیگا نہ چھپائے سے کسو کے

یہ یاد رہے ہم تو ہین بے چین یہ تو بھی
آرام نہ پائیگا ستائے سے کسو کے

سو بار نصیر اُسکے لیے کیجیے منت
گر کام سے بھی وہ منائے سے کسو کے

جسکی تلوار چمکی تھی مثل ہلال
قرص خورشید درخشاں سے بھی ہے سرخی ڈھال
کیا کہوں جوہر سے اسکے ہوا انکا حال
صورت نقش قدم ہو گئے آخر پامال
خود چمکا نہ زرہ چمکی نہ بکتر چمکا

باد صرصر میں بھی پاتا نہیں میں اتنی تاب
پہنچ سکے وقت دویدن ترے گھوڑے کی رکاب
ہمعناں ہو سکیں کیا رستم و زال و سہراب
چھپ گئی سم سے تری بجلی تہ دامان سحاب
جب کہ توسن پہ ترا دوش ہوا پر چمکا

اے مہاراجہ حسن سیر و فرخ فال
بحر جود و سخا فیض رساں چندو لال
جبہہ سا در پہ ترے کیوں نہوں ارباب کمال
تھا یہاں خاک نشیں جو کوئی دے کی مثال
مہربانی سے تری مہر وہ ہو کر چمکا

ولہ

چمکا رہا ہی برق کی ابر بہار تیغ ۔ دکھلائے ہی مجھے چمن روزگار تیغ
کیا سر اٹھاؤں بحر جہان مین حباب وار ۔ کھاتا ہی کاسہ سر پر امتحان تیغ
ہون محفل زمانہ مین شکل چراغ صبح ۔ خورشید کھینچے ہی مرے سر پہ ہزار تیغ
قبضے مین تیرے شرق سے تا غرب کیون نہو ۔ ہر صبح کھینچتا ہی تو خورشید دار تیغ
کیا تجھسے کرسکے کوئی رزم آزمایان ۔ ناخن ہی شیر کا تری وقت شکار تیغ
تیرا وہ مرتبہ ہی بلند اب کہ ہر سحر ۔ خاور کا تیری لے کے چلے تاجدار تیغ
عالم مین تیرے جود سے ہی روشناس زر ۔ مردانگی سے ہی تری پر اعتبار تیغ

ولہ

چشم طلب اک عالم رکھتا ہی صدف آسا ۔ نیسان کرم تیرا دست گہر افشان ہی
رنگینی عبارت کی ظاہر ہی ترے خط سے ۔ جس سطر کو دیکھون ہون شاخ گل ریحان ہی
گوہر ہین بھرے تجھ مین کیا فیض رسانی کے ۔ گنتے ہوئے دریا کی ہر موج پریشان ہی

خمسہ

آج گوہر ہی نہ کچھ اسکے برابر چمکا ۔ لعل بھی بلکہ نہ معدن سے نکل کر چمکا
مہ سے صد چند جو دیکھا تو یہ بہتر چمکا ۔ اسعد رہاں ترے اقبال کا اختر چمکا
جسکے آگے نہ ذرا مہر منور چمکا

روبرو ہی ترے خیمے کے فلک شکل حباب ۔ رشتہ کاہکشان سے ہی بڑی اسکی طناب
رونق مسند حشمت ہی تو ای فیض مآب ۔ رو کشی کی نہوئی خوشۂ پروین کو تاب
تیری دستار پہ یہ طرۂ گوہر چمکا

جلد اول

مختار اشعار

(دیوان)

مرزا رفیع سودا

(جسکو)

نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نے منتخب اور

مدراس اسکول بکڈپو اینڈ لٹریچر سوسائٹی نے

مشتہر کیا

زبان ہے شکر میں قاصر شکستہ بالی کے — کہ جن نے دل سے مٹایا خلش رہائی کا
دکھاؤنگا تجھے زاہد اُس آفت جان کو — خلل دماغ میں تیرے ہے پارسائی کا

ولہ

سبب اس چشم کافر کے ہے کیا ہر بار رونیکا — کہ مانند صورت زنار اس سے تار رونیکا
کبھو میں بات اس رونے نہیں کی اُس سے پر اُن نے — نہ پوچھا یوں سبب کیا ہے ترے ہر بار رونیکا

ولہ

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا — پانی بھی پھر پئیں تو مزا ہے شراب کا
دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر — لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا
کہتا ہے آئینہ کہ سمجھ تربیت کی قدر — جن نے کیا ہے سنگ کو ہمرنگ آب کا
تھا کس کے دل کو کشمکش عشق کا دماغ — یارب بُرا ہو دیدۂ خانہ خراب کا
قطرہ گرا تھا جو کہ مرے اشک گرم سے — دریا میں ہے ہنوز پھپھولا حباب کا

ولہ

دل مرا بند گو نہ سمجھے گا — پند میری نکو نہ سمجھے گا
تھا سو دانا ہزار حیف کہ تو — یہ نہ سمجھا کہ وہ نہ سمجھے گا
یہ سمجھ لے تو اب کہ سودا کا — دل تری گفتگو نہ سمجھے گا
حق کے سمجھائے سمجھے تو سمجھے — ترے سمجھائے تو نہ سمجھے گا

قطعہ

یہ کہا شیخ نے شیطان سے کہ آ ہم سے مل — آشنا مت ہو تو سودا سے خراباتی کا
کہا اُن نے کہ ہے میری تو سعادت اس میں — لیک ہے خوف مجھے آپکی بدذاتی کا

مقدور ہمین اُسکی تجلی کے بیاں کا — جون شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

پردے کو تعین کے در دل سے اُٹھا دے — کھلتا ہی ابھی پل مین طلسمات جہاں کا

اس گلشن ہستی مین عجب دید ہی لیکن — جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہی خزان کا

ولہ

کعبے جاوے پوچھتا کب ہی چلین آگاہ کا — اُٹھ گیا جیدھر قدم رستہ ہی بیت اللہ کا

کفر کی میرے تجلی ہی نظیر شمع طور — نوجوں ہوں جس بُت کو مین اک نور ہی اللہ کا

کوچہ گردی مین عجب عزت ہوئی غلطیدن — پاؤن پڑکر یار جھلاتا ہی مجکو راہ کا

شمع رو کہا اُسے سودا ہی تاریکی عقل — شمع کا عکس اُسکے عارض پر کلف ہی ماہ کا

ولہ

کس سے بیان کیجیے حال دل تباہ کا — سمجھے وہی اسے جو ہو زخمی تری نگاہ کا

ولہ

گلا لکھون مین اگر تیری بیوفائی کا — لہو مین غرق سفینہ ہو آشنائی کا

بہت بجا ہی رہنا سرکشی سے بزم ہستی مین — کہ مثل شمع رشتہ عمر کا ہر آن ہی تھوڑا
طلب مین ایک ہی بوسے کی تم کینا گئے ہمسے — بس آگے کیا توقع ہی جو لتے ہی ہین مُنہ موڑا
نہ مل کم ظرف سے ہرگز نقول آبرو سودا — کسے برداشت ہی ناحق اُٹھاوے کون نکتوڑا

ولہ

جو گرری مجھ پہ مت اُس سے کہو ہوا سو ہوا — بلاکشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی ظالم ترا گریبان گیر — مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا
کہے ہی سکے مری سرگزشت وہ بے رحم — یہ کون ذکر ہی جانے بھی دو ہوا سو ہوا
یہ کون حال ہی احوال دل پہ ای آنکھو — نہ پھوٹ پھوٹ کے اتنا بہو ہوا سو ہوا
دیا اسے دل و دین اب یہ جان ہی سودا — پھر آگے دیکھیے جو ہو سو ہو ہوا سو ہوا

ولہ

اب تلک ابر کا طوفان ہوا تھا سو ہوا — تجسے ای دیدۂ گریان ہوا تھا سو ہوا
قابل شانہ ہوئی زلف تری جسدن سے — کبھی جو دل کہ پریشان ہوا تھا سو ہوا
خط کی خوبی رسے عارض پہ یہ کیسی ہی کہ مور — رونق ملک سلیمان نہوا تھا سو ہوا

ولہ

آراستہ جو بزم ہوئی دور فلک مین — واں جام بجز گردش ایام نہ آیا
ہی رنگ تماشاے جہان صورت خورشید — جو صبح کو دیکھا وہ نظر شام نہ آیا
ہی طرفہ تمنا کہ رہوں لب سے لب اُسکے — جس سے کہ کبھو بوسہ پیغام نہ آیا

ولہ

بورا اخذ ہنر کرنے مین دل کا مین گنوایا — جون آینہ جوہر سے مجھے عیب لگایا

ولہ

لطف ای اشک کہ جون شمع گھلا جاتا ہون — رحم ای آہ شرربار کہ جل جاؤن گا
چھیڑ مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل — پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤن گا
کہتے ہین وہ جو ہی سودا کا قصیدہ ہی خوب — اُنکی خدمت مین لیے مین یہ غزل جاؤن گا

ولہ

نہ کھینچ ای شانہ ان زلفونکو یان سودا کا دل اٹکا — اسیر ناتوان ہی یہ نہ دے زنجیر کو جھٹکا
صنم مین رات سنکر ہر کسی کے پاؤن کا کھٹکا — اُٹھایا سر کو بالین سے تو پھر دیوار سے پٹکا
نہ آنکھون مین تری جادو نہ ہرگز سحر زلفون مین — یہ دل جس سے ہو دیوانہ محبت کا ہو وہ لٹکا
پرے رہ برق خار آستان میرے سے کہتا ہون — اُڑیگا وہ پریشان ہوکر ترا دامن جو یان اٹکا

قطعہ

سودا قمار عشق مین شیرین سے کوہکن — بازی اگرچہ پا نسکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہی عشق باز — ای روسیاہ تجھسے تو یہ بھی نہو سکا

ولہ

میرے سخن کو فہم سے کہہ یون نہ سیم کا — قیمت تمکن سدا ہی یہ در یتیم کا
غنچے کو دل سے کے بان ہی دم سرد سے شگفت — شرمندہ اس چمن مین نہین مین نسیم کا

ولہ

نہ آنکھون مین تھما اشک اور نہ سینے مین جگر ٹھہرا — نکلتے ہو گیا وہ لعل وہ سلک گہر ٹھہرا

ولہ

پھرے ہی شیخ یہ کہتا کہ مین دنیا سے منہ موڑا — الٰہی ان نے اب داڑھی سوا کس چیز کو چھوڑا

واعظ تو کہنسی بوسے ہی جس روز کی باتیں
اُس روز کو ہم نے شب ہجران میں دیکھا

ولہ

والہ کو تیری چشم کے آزار ہی رہا
عیسی وقت تھا تو وہ بیمار ہی رہا

دیکھا ہی تجکو در پہ سرے جن نے ایکبار
پھر جب تلک جیا پس دیوار ہی رہا

ولہ

سودا کے زرد چہرے کو سوجی کی راہ سے
کہتا ہی تیرا رنگ تو اب کچھ نکھر چلا

سودا کہے تھا یار سے اک روز بن عرض
اُودھر کھلی جو زلف ادھر دل بکھر چلا

ولہ

مین دشمن جان ڈھونڈ کر اپنا جو نکالا
سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالے

کہتا ہی گنہ سے نہ ترا گوشہ ابرو
دیکھے جو کوئی حور گر دہ تو لگا لا

ولہ

موج آتش ہی سیل اشکوں کی
شاید اِس دل کا آبلہ پھوٹا

نہ جیا تیری چشم کا مارا
نہ مری زلف کا سدھا چھوٹا

ولہ

نہ قصد کعبہ ہی دل مین نہ عزم دیر شد ہون
اسیر دام الفت ہون جدھر چاہے اُدھر لیجا

نہین گر نرگس شاداب اس گلشن سے قسمت مین
تو یہ بھی ارمغاں اک طرح کا ہی چشم تر لیجا

پہ پیاسا موج زن دیکھے ہی دریا سے کرم تیرا
ورنگ اسمین ہی کیا کہدے سودا پیاسا بھی بھر لیجا

ولہ

اُس مرغ ناتوان کی صیاد کچھ خبر ہی
جو چھوٹ کر قفس سے گلزار تک پہنچا

ہی حسن میں یہ فصل کہ صحبت میں تا کی
بد خلقی جیسے کہتے ہین سو ناز کہا نا

ولہ

ہی سخت بیمروت وہ مت وفا کرے کیا
پر اب تو لگ گیا دل دیکھین خدا کرے کیا

ولہ

کب دل شکستگان سے کر عرض حال آیا
ہی بے صدا وہ چینی جس مین کہ بال آیا

کونین تک ملے تھی جس دل کی مجکو قیمت
قسمت کہ اک نگہ پر مین اُسکو ڈال آیا

بخشش پہ دو جہان کی آئی تھی ہمت پھر
لیکن نہ یان زبان تک حرف سوال آیا

نازان نہو تو اسیر گر تجکو سنگ مین سے
گوہر نکالنے کا کسب و کمال آیا

ارباب فہم آگے وہ صاحب ہنر ہی
کینہ کسی کے دل سے جسکو نکال آیا

اکسیر ہی تو کیا ہی وہ مشت خاک سودا
خاطر پہ جب کسی کی اُس سے ملال آیا

ولہ

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

سرگرم نالہ ان دنون مین بھی ہون عندلیب
مت آشیان چمن مین مرے متصل بنا

اسا ہنر دکھا وینگے ہم تجکو شیشہ گر
ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا

سُن سُنکے عرض حال مرا یار نے کہا
سودا نہ باتین بیٹھ کے یان متصل بنا

ولہ

نرگس کی طرح خاک سے میری اُگے ہی چشم
ٹک آن کے یہ حسرت دیدار دیکھنا

ہر ہستی پایہ تڑپے ہی یار وہر ایک دل
ٹک واسطے خدا کے یہ رفتار دیکھنا

ولہ

برہم کرے جمعیت کونین جو پل میں
لٹکا وہ تری زلف پریشان مین دیکھا

مجھ گدا نے بھی کسی شاہ سے ڈالا نہ سوال		گو مجھے بخت نے اسکندر و دارا نہ کیا
دہر میں شے تھا متاع دو جہاں کی سودا		میوالی نے مری اُسکو اشارا نہ کیا
	ولہ	
سے رستم اب جہان میں نے سام رہ گیا		مردوں کا آسمان کے تلے نام رہ گیا
ہوں تو چراغ راہ پھر سر آسمان		لیکن خموش ہو کے سر شام رہ گیا
	ولہ	
قاصد اشک اُسکے حضر کر گیا		قتل کوئی دل کا گذر کر گیا
دیکھیے واماندگی اس کیا دکھائے		قافلہ یاروں کا سفر کر گیا
سرکیوں کو جیہ ہستی کی ہم		ز زمین سے جوں نالہ گزر کر گیا
	ولہ	
مہنا کچھ اسی ستم کا دستور ہو گیا		دی تھی صدا نے آنکھ پہ ناسور ہو گیا
کھٹکی ہے بس ہی کب سے صدا یا مری دعا		دروازہ کیا قبول کا معمور ہو گیا
خوش ہیں شکستہ بالی سے ایسی ہم اسلیے		پرواز کا تو دل سے خلش دور ہو گیا
سب آ گیا جو بزم میں پیارے تو یک بیک		چہرے سے رنگ شمع کا کافور ہو گیا
	ولہ	
تقوے کا اب کے موسم گل نے کیا یہ رنگ		زاہد کو حالت سے پیمانہ سے لے گیا
گزرا کبھو نہ وہم میں وہ اہل ہوش کے		دُنیا سے لُطف زیست جو دیوانے لے گیا
پہلے قدم کے نقش پہ جسکا گرا ہی سر		گو راہ عشق میں وہی مردانہ لے گیا
نالہ سینے سے کرے عزم سفر آخر شب	ولہ	راہرو ماندے سے ہی چلنے بدھر آخر شب

ای بخت خواب تجسے تحہ طریق کا ہے — اک شب ہماری چشم بیدار تک نہ پوچا

ولہ

حال دل سے مرے جب تک وہ خبردار نہ تھا — جز دم سرد کوئی محرم اسرار نہ تھا

جو عمل چاہیے کیجے مرے دکھ دینے کا — وہ نہ کیجے کہ کہے کوئی سزاوار نہ تھا

پیار اتفاق وفا مہر و محبت الطاف — دل کو جس روز لیا کونسا اقرار نہ تھا

صحبتوں کا نہ کرو غیر کی مجسے اخفا — کونسی شب تھی کہ مین وان نہین بیدار نہ تھا

ولہ

وہ ہم نہین جو کرین سیر بوستان تنہا — بہت ہو تو نہ مُنہ سب کیجے باغبان تنہا

کدھر کو چھوڑ گئے مجکو ہمرہان تنہا — پھرون ہون دشت مین جون گرد کاروان تنہا

ہوا ہی دل صف مژگان کے روبرو ہیہات — ہین نیزہ باز ادھر اور ادھر یہ جوان تنہا

ولہ

عشق کی خلقت سے آگے من ترا دیوانہ تھا — سنگ مین آتش تھی جب تو شمع مین پروانہ تھا

کل تو مست اس کیفیت سے تھا کہ آتے دیر سے — خضر سے جو مدرسہ دیکھا سو وہ میخانہ تھا

اختلاط اہل آبادی ست دل آیا ہی تنگ — ای خوشا وقتے کہ تنہا ہم تھے اور ویرانہ تھا

ولہ

یان پھر اس نرم سے عیسیٰ نے گزارا نہ کیا — چشم جوبان کے جو بیمار کا چارا نہ کیا

کسی کا دین کیا حق سے کسیکی دنیا — سب کا سب کچھ کیا پر تجکو ہمارا نہ کیا

آتش عشق یہ جون ہی دل بیتاب مرا — قائم النار ہوس نے بھی یارا نہ کیا

خلق پیدا ہی جہان کا کہ گیا جو آن سے — قصد اس گھر مین پھر آنے کا دوبارا نہ کیا

کون بھی مرے حال پہ رحم کھاتی ہے فلاک ۔ حسن رور کیا تجھسے ہیں اقرارِ محبت

ولہ

تجھ بن بہت ہی کٹتی ہی اوقات بے طرح ۔ جوں توں کے دن تو گرتے ہیں پر رات بے طرح
پوچھا پیام سے جو میں یار کا جواب ۔ کہنے لگا خموش کہ ہی بات بے طرح
سودا سے مل کر ایسی نواسے زندگی بہ رحم ۔ ہی اُس جوان کی طرز ملاقات بے طرح

ولہ

جمع میں ہر چند ہی سب ۔ گر رحانکی طرح ۔ کُھل گئی لیکن ہمارے دل ہیں سرو انکی طرح
آتشم یا نگہ یا وعدہ یا گاہے پیام ۔ کچھ بھی ای جانِ حزیں اس شوخ کے سمجھانکی طرح
کاٹ کر ملتے ہی اگر سانپ اثر کرتا ہی زہر ۔ سیکھ لی زلفوں سے تیری اُن نے بل کھانیکی طرح

ولہ

آہ کس سرو میں قمری ہی قد یار کی طرح ۔ نالہ کرتی ہی تو میرے دل افگار کی طرح
دیکھتا ہوں میں تری بزم میں ہر ایک کا منہ ۔ طلبِ رحم کی نظروں سے گنہگار کی طرح

ولہ

کیا جو تنی ہمکو کہ ایسی ہی یہ حیرانی کی طرح ۔ دیکھتی ہی عید عالم جسم قربانی کی طرح

قطعہ

نکر غرور تو ہمارا سپہ ای نادان ۔ جو مرتبہ ہی ترا شکل مہر و ماہ بلند
کرے ہی گردشِ دوران طرح ہنڈولے کی ۔ ہر ایک شخص کو یاں گاہ پست گاہ بلند

ولہ

دلِ ناآشنا سے نالہ سے صدہ جرس بہتر ۔ نہوں مژگان جو خون آغشتہ اُنسے خار چمن بہتر

سانس ٹھنڈی کسی پابوس کی ہی ورنہ نسیم   کر سکے ہی ترے کوچے سے گذر آخر شب
رو کون نالے کو نہ لب پر تو کرون کیا اے دل   شام نا شیر نہ اس میں نہ اثر آخر شب
انتہا جیس جہان کی جو لو دیکھا جا ہے   بزم مستان پہ نگہ غور سے کر آخر شب
صورت ماہ شب بیست دیکھ سودا   کچھ ڈھلا حلوے سے آیا وہ نظر آخر شب

ولہ

ہندو ہیں بت پرست مسلمان خدا پرست   پوجوں میں اس کسی کو جو ہو آشنا پرست
اس دور میں گئی ہی مروت کی آنکھ پھوٹ   معدوم ہی جہان سے چشم حیا پرست
دیکھا ہی جب سے رنگ کفک تیرے پاؤں میں   آتش کو چھوڑ گبر ہوئے ہیں حنا پرست

ولہ

نظر آجائے ہی جیسی کہ ہندستان میں صورت   کبھو کاہے کو جلق اسی ہوئی کنعان میں صورت
رہائے کو بھلا سودا کوئی کس طرح سمجھائے   کہ اس ظالم کی کچھ سے کچھ ہی ہر اک آن میں صورت

ولہ

مانے ہیں کسے واقف اسرار محبت   پوچھیں نہ خدائی کو پرستار محبت
آتش ہی تری گرمی بازار محبت   کیا لیگا بجز داغ خریدار محبت
کیون مجکو نہ مارا غم دوری نے ترے آہ   کس منہ سے کرونگا یہ بھلا اظہار محبت
کرتے ہیں اسیر قفس و دام بھی فریاد   لے سکے نہیں سانس گرفتار محبت
کیونکر نہ کرے وہ بھلا ناصح بیدرد   جس دل میں کھٹکتا ہو نہ خار محبت
دعوی ری صحت یہ مسیحا کو غلط ہے   سمجھے ہی نہ سمجھا کوئی بیمار محبت
ہر جرم کو ہی عفو ترے عہد میں ظالم   گردن زدنی ہی سو گنہگار محبت

دیکھو کیہ تو اس جان و جسم پر سودا — ہوا تو ایک ہے ان دو مین اور غبار ہے ایک

ولہ

سخن عشق نہ گوش دل بیتاب مین ڈال — مست یہ آتشکدہ اس قطرۂ سیماب مین ڈال

ابھی جھمکی ہے ٹک ای شور قیامت یہ پلک — صبح کا وقت ہے ظالم نہ خلل خواب مین ڈال

ولہ

قاتل کے دل سے آہ نہ نکلی ہوس تمام — ذرہ بھی ہم تڑپنے نہ پائے کہ بس تمام

ولہ

مار آزردہ ہوا رات جو بیہوشی مین — کیا ہوا ہم سے خدا جانیے بیہوشی مین

بھولنا ہمکو نہین شرط مروت کہ ہمین — یاد تیری ہے دو عالم کی فراموشی مین

ولہ

گدا دست اہل کرم دیکھتے ہین — ہم اپنا ہی دم او رقدم دیکھتے ہین

نہ دیکھا جو کچھ جام مین جم نے اپنے — سو اک قطرۂ مے مین ہم دیکھتے ہین

غرض کفر سے کچھ نہ دین سے ہے مطلب — تماشائے دیر و حرم دیکھتے ہین

حباب لب جو ہین ای باغبان ہم — چمن کو ترے کوئی دم دیکھتے ہین

ولہ

اپنے کعبے کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر — اور تاریخ تو بیش از صنم خانہ نہین

ہائے کس ساقی سے ٹپکا اسطرح مینا دل — ہو جہان ریزہ نہ اسکا کوئی پیمانہ نہین

ولہ

دلکو تو ہر طرح سے دلاسا دیا کرون — آنکھین تو مانتی نہین مین اسکو کیا کرون

وفا بے گل میں نے چشم مروت باغباں میں ہے
نکل بلبل کہ ہے اس باغ سے کنج قفس بہتر
بلند آتش جہاں ہووے ہوا سے جھنس لب سے
تو اپنے فہم ناقص میں ہے واں ضبط نفس بہتر

ولہ

اشک آتش و خوں آتش و ہر لحظہ دل آتش
آتش پہ برستی ہے پڑی متصل آتش

ولہ

ابھرے ہے کیا حباب نمط اے حریر پوش
یاں جسکو دیکھیے سو ہوا ہے کفن بدوش
سکھ نیند زیر سقف فلک کیونکہ سو سکوں
ادھر ڈہل بجے ہے ادھر نوحہ و خروش

ولہ

آرام پھر کہاں ہے جو ہو دل میں جاے حرص
آسودہ زیر چرخ نہ دل آستناے حرص
نادان تلاش طرۂ زر سے تو باز آ
جوں شمع یوں نہو کہ ترا سر کٹاے حرص

ولہ

سہے وہ معنی قرآں کہے جو تو واعظ
پھٹے دہن کے تئیں اپنے کر رفو واعظ
ثبوت حق کی کریں مضموں پہ ہے لیکن
تری تو نفی کرم پر ہے گفتگو واعظ

ولہ

اے لالہ گو فلک نے دیے تجکو چار داغ
چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ

ولہ

عہد وہی دوری مے ایک در خمار ہے ایک
گل ایک و شمع جان ہے مرا بہار ہے ایک
مدن میں جسکے ترے عہد تک وہ ل جاں ہے
ادا پہ ایک فدا نا ریز نثار ہے ایک
رہی نہ دین کی عزت نہ حرمت دنیا
خراب ایک ہے اے عشق تجسے خوار ہے ایک

فکر دونون نہیں کرے کو گرفتار مرے
ہون میں مضمون تری باتوں میں سما جاتا ہون

ولہ

نے اہل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں
میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہون

گریان مثل شیشہ و خندان بطرز جام
اس میکدے کے بیچ عبث آفریدہ ہون

تو آپ سے زبان زد عالم ہی ورنہ میں
اک حرف آرزو کہ بلب نارسیدہ ہون

کوئی جو پوچھتا ہے کہ کس رہو دادخواہ
جوں گل ہزار جا سے گریبان دریدہ ہون

میں کیا کہوں کہ کون ہوں سودا بقول درد
جو کچھ کہ ہوں سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

قطعہ

یاں سے ہرا اٹھو تو اک بات کہون مین
کس لطف کی امید پہ ہو رہون مین

پر تو یہ سن کہ ما ہوں کہ سچ بیچ کرو انصاف
جھوٹی بھی تسلی ہو تو جیتا تو رہون مین

ولہ

حیرت نے اسکو سیر کرنے دی نہ پھر کبھو
آنکھیں جب آرسی نے ترے منہ پہ کھولیان

اندام گل یہ ہو نہ تھا اس مزے سے چاک
جون جوش حسن سے تیرے تن میں مسکی ہین چولیان

کس نے کیا حرام چمن میں کہ اے صبا
لاتے ہین بوٹے مارے بھر بھر کے جھولیان

کیا چاہیے کہ نے سر انگشت پر حنا
جس بیگنہ کے خون میں چاہیں ڈبولیان

ولہ

کیسکی مرگ پر اے دل نکیجے چشم تر ہرگز
بہت سا رویئے انکو جو اس جینے پہ مرتے ہین

ولہ

تم جنکی ثنا کرتے ہو کیا بات ہے انکی
لیکن ٹک ادھر دیکھیو اے یار بھلا مین

ولہ

جنکے دامن تجھسے تاری سو رستے گُچیں میں
اُسکے حرفوں سے گریبان پھٹے جاتے ہیں
کھینچکر تیغ مگر حسب رخ بڑا ہی تیغ بجھے
راستی ان زیست کے کیا جلد کٹے جاتے ہیں

ولہ

کوسوں کا نہیں فرق وجود اور عدم میں
رستہ ہی تمام آمد و شد کا دو قدم میں

ولہ

مہر ہر ذرہ میں مجھکو ہی نظر آتا ہی
تم بھی ٹک دیکھو تو صاحب نظران ہی کہ نہیں
پاس ناموس مجھے عشق کا ہی ای بلبل
ورنہ یاں کونسا اندازِ فغان ہی کہ نہیں
دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لیے پھرتا ہون
کچھ علاج انکا بھی ای شیشہ گران ہی کہ نہیں

ولہ

اسباب جہاں سے کچھ اب پاس گو نہیں
یہ شکر کرو نہیں کہ یہ ہی اور وہ نہیں

ولہ

سکتے ہی تو یہ زاہد کہ غضب کو دین تو ہیں
ہٹ اٹھے خم ہی مرے منھ سے جیل نہیں تو نہیں

ولہ

موسم گل ہی نشہ کچھ یہ دل استاد نہیں
تاب بردار نہیں طاقت فریاد نہیں
آہ اس دل سے نکلتا نگہ و جنبش کو درد
کیا کیا نہیں ہیں تمھاری کہ ہمیں یاد نہیں

ولہ

ہون میں جون نالۂ زنجیر سدا بار کا سب
چاہیے سلسلہ جنبان ملا جاتا ہون
طائر رنگ حنا سے کہ نمط اب ای صیاد
ہوں تو میں ہاتھ میں تیرے یہ اوڑا جاتا ہون

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہی سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

ولہ

ناوک نے تیرے صید نچھوڑا زمانے مین
تڑپے ہی مرغ قبلہ نما آشیانے مین

ای مرغ دل سمجھ کے تو چشم طمع کو کھول
تو نے سنا ہی دام جسے ہی وہ دانے مین

چلے مین کھینچ کھینچ کیا قد کو جون کمان
تیر مراد پر نہ بٹھا یا نشانے مین

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اوڑ گئی تیرے فسانے مین

ولہ

جون تاک اینڈتے ہین پڑے میکدے مین مست
زاہد بھلا یہ عیش ہی باغ بہشت مین

گزرا ہی آبِ ستم مرے سر سے بارہا
لیکن نہ وہ مٹا جو کہ تھا سرنوشت مین

ولہ

جی تک تو دے بکے لون جو ہو تو کارگر کہین
ای آہ کیا کرون نہین بکتا اثر کہین

ہوتی نہین ہی صبح نہ آتی ہی مجھکو نیند
جسکو پکارتا ہون سو کہتا ہی مر کہین

ساقی ہی اک تبسم گل فرصت بہار
ظالم بھرے ہی جام تو جلدی سے بھر کہین

جادو بھرے ہین چشم مین مستانے کو دیکھ
دھڑکے ہی دل مرا کہ نہ سپ ملٹے لڑ کہین

ولہ

امید وصل جز طمع خام کچھ نہین
ہر صبح ہی قسم پہ قسم شام کچھ نہین

وضع بہار دیکھ کے مانند آبشار
جز گریہ اس چمن مین ہمین کام کچھ نہین

سمجھاؤن اپنے کفر کے گر رمز شیخ کو
سب بے اختیار کہہ اٹھے اسلام کچھ نہین

طاقت نہین ہی اتنی کہ بیطاقتی کرون
موجب مرے سکوت کا آرام کچھ نہین

اس کشمکش کے دام سے کیا کام تھا ہمین | ای الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

ولہ

سمجھا ہے فہم مین پیارے جو ہم ہین غیر یون سمجھو | اگر سمجھے ہو بیگانون کو اپنا غیر یون سمجھو

کہا اُسے ملنے کو بھلا جان ای جانے مین | جو تم اس دوستی کر ہمکو سمجھے غیر یون سمجھو

رہین کو دیکھنا نرگس بُرا ہی خون عاشق سے | اگر سمجھے ہو تم اسکو چمن کی سیر یون سمجھو

لوا بیٹھا جہاں سے شیخ جی ہم خوب مین آگے | لُٹے کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یون سمجھو

بُرا مانے تو مت گفتار سے سودا کی ای پیارے | کہ اسکی بات کچھ رکھی نہین ہے بیر یون سمجھو

ولہ

زخم کی طرح زمانے مین لو کاٹ اپنی عمر | خندہ یا گریہ جو کچھ ہووے سو ٹک درد کے ساتھ

دل کو چاہا مین کہ خالی کرون ناسور جمال | ہوگئی جان ہوا اک نفس سرد کے ساتھ

ولہ

جا عکس پہ لہراوے خون قتل تمنا کا | ہووے لب زخم دل شکوہ سے گر آلودہ

سودا سے کہا مین نے کیون تجھ سے کہے تھے | لب عشق کے ساغر سے ظالم نکر آلودہ

اب کچھ تو حال اپنا ٹک چشم کی نظر وسے | ناحق کی ملامت لو ہی کس قدر آلودہ

آنکھین تری رکھی ہین دامان و گریبان کو | خوبان کے نظرون سے شام و سحر آلودہ

جس سمت نگہ کیجے اودھر نظر آتا ہی | لوہو سے ترے سر کے دیوار و در آلودہ

اس بات مین ای نادان بتلا تو مزا کیا ہی | پاؤن سے جو تو جون مین ہی تا بسر آلودہ

جسوقت عرض اُن نے یہ بات سُنی مجھسے | ایسا ہی کہا جس کر آہ اثر آلودہ

لذت کو ہلاہل کی کیا اُنکو بتاؤن مین | ہی کام و دہن جنکا شہد و شکر آلودہ

ولہ

جب خوش ہو تو دے گالی اکبار سو یہ تجھہ | رنجش تو کہون کس سے ہی پیار سو یہ تجھہ

کرکے توبہ ناصحا سودا اصلی کل ہوا
آج پھر پی ہی مصلا رکھ گرو وجام کو

ولہ

می کشان روح ہماری بھی کبھو شاد کرو
ٹوٹے گر بزم مین شیشہ تو ہمین یاد کرو

ولہ

نہ پوچھو قتل کرنے مین کسو سے بیر ہی اُسکو
چلے تلوار تو آئے واں کی بیر ہی اُسکو

ولہ

تو نہووے تو شب ہجر وے جیسے ہم کو
خالق ای صبح سلامت نہ کٹے تیرے دم کو

ولہ

دم مارنا پھبتا ہی اُسے عشق کا تیرے
جسکا دم اول نفس باز پسین ہو

تن چھوڑکے گر رون ترے کوچے سے کہ غیر
یہ چلے نہ واں نقش قدم خاک نشین ہو

ولہ

ناصح کو جیب سینے سے فرصت کبھو ہو
دل مارے تئیں ٹوٹے تو کسو سے رفو ہو

ولہ

دلدار اُسکو خواہ دل آزار کچھ کہو
سنتا نہین کسو کی مرا یار کچھ کہو

غمزہ ادا نگاہ تبسم ہی دل کا مول
تم بھی اگر ہو اسکے خریدار کچھ کہو

ہر آن آ مجھی کو ستاتے ہو ناصحو
سمجھا کے تم اُسے بھی تو اکبار کچھ کہو

ولہ

بہار باغ ہو مینا ہو جام صہبا ہو
ہوا ہو ابر ہو ساقی ہو اور دنیا ہو

روا ہی کہ تو بھلا ای سپہر نا انصاف
ریا ہے زہد چھپے راز عشق رسوا ہو

ولہ

اس درد دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو
قسمت کا جو لکھا ہو الٰہی شتاب ہو

ولہ

ہمیں کیا لطف ہی منہ دکھلاوان یار کا لینے
جہاں وعدہ اُسسے عالم سے ہو دیدار کا لینے

ولہ

جی کی جی ہی مین رہی - بارے بالین تک
بوچھا اُسوقت کہ کچھ بات ہوسنے پائی
واسطے القتل تو ہم تجھے ہی پراسی جلدی
یار تقصیر بھی اتنا ستم ہونے پائی

ولہ

جو طبیب اپنا تھا دل اُسکا کسی پر زار ہی
مژدہ باد ای مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہی
کیا خوشی اس سے ہمیں سودا کہ آئی ہی بہار
لالہ و نسرین سے پر گو دامن کہسار ہی
ہر سحر جون جگر کا غنچہ گل کی طرح
آنکھ ادھر کھولی کہ اک پیالہ اُدھر تیار ہی

ولہ

کس سے جا اٹکا ہی دل میرا عجب یہ واہ ہی
سو محبت ایک جسکی شوخی جاما نہ ہی
قدر سمجھو وسعت دل کی شیخ و برہمن
ورنہ دونون کے لیے ہم کعبہ ہم بتخانہ ہی
تا دوئی ہی درمیان لاف آشنائی کا غلط
آشنا اُس سے ہی وہ جو آپ سے بیگانہ ہی

ولہ

پاک میرے نہ کسی دوست کی چہرے سے گرد
دیدہ ہی دشمن جان پر مرا منہ دھوتا ہی
کشتہ ہون آج اُن آنکھوں نہ ہوتے دیکھا
منہ چھپائے تلے مژگان کے مگر سوتا ہی

ولہ

ہم ہین وارستہ محبت کی مددگاری سے
سے آزاد ہوئے دل کی گرفتاری سے
شکوہ ہی جور و جفا کا تری کس کافر کو
گلہ جو گذری سو میری ہی وفاداری سے

بغیر از نگہ راہ کنج تنہائی کہاں سوجھی — نکیر و منکر اُس جا ہوں تو پھر معلوم تنہائی

ولہ

[illegible] اُن انکھوں کا غمزہ رسر پیدا آتا ہے — قضا سے قتل عالم کو یہی اُستاد آتا ہے
سمایا ہے بدن کر اسکو کس عاشق کی مژگان نے — کہ یوں اس سینہ کرتا ہوا فریاد آتا ہے
دہن غنچے کا حسب کہوں ہوں گوش گل کھلتے ہیں — تو اپنا درد دل کہنا کسو سے یاد آتا ہے

ولہ

زیست قاتل ہے مری تجہ بن اجل بدنام ہے — سینے میں موج نفس اک تیغ خون آشام ہے
اعتبار اوج خس کتنا میان گردباد — کیا ہے وہ جو سرفراز گردش ایام ہے

ولہ

عاشق کو سحر بوسہ بار جی سے — بر اُسکو یہ مار یار جی سے

ولہ

سفلہ [illegible] مدگی کو نکھو گر شعور ہے — یہ حوا نے پر سائہ مال طیور رہے

ولہ

دل [illegible] سے کہ حسب پلٹتا ہے — دہن وو دنیا سے جی اوپٹتا ہے
گل ہے عاشق ترا قسم مت کہا — یون گریبان کسی کا پھٹتا ہے
غنچہ سمٹے تو سمٹے ممکن ہے — دل جو کھر سے تو کب سمٹتا ہے
نہان سرم اپنی کم زہد نامی — اسقدر مجھسے کیون وہ گھٹتا ہے
کیا کہون اُس صفائے عارض کو — وان نگہ کا قدم رپٹتا ہے
عشق سے تو نہین ہون مین واقف — دل کو شعلہ سا کچھ لپٹتا ہے

ولہ

زبان وہی ہی کہ ہلنے مین جسکے ہو کچھ فیض — وگرنہ یون حرکت مین زبان ہی سبکی
مآل مردم ماضی و حال و استقبال — سُنا تو ایک سی کچھ داستان ہی سبکی

ولہ

وہی جہان مین رموز قلندری جانے — بھبوت تن پہ جو ملووس شعبدہ گری جانے
غلام اُسکی مین ہمت کا ہون کہ سوا سینے — جگر کے خون کو جوان توانگری جانے
بڑا ہی پلے ایک ایسے کے دل کہ جو مادن — وفا کی راہ نہ رسم ستمگری جانے
زبان دہن مین تو سمجھے کہ تجھی ہی کیا لازم — کہ جسکے منہ مین زبان ہو سخنوری جانے
کسی گدا نے سنا ہی یہ ایک شہ سے کہا — ق — کرون مین عرض گر اُسکو نہ سرسری جانے
اُمور مُلکی مین اوّل ہی شہ کو یہ لازم — گدا نوازی و درویش پروری جانے
مقام عدل پہ جسدم سریر آرا ہو — ہر ایک خرد و کلان مین برابری جانے
جو شخص نائب داور کہائے عالم مین — یہ کیا ستم ہی نہ آئین داوری جانے
سوائے ان سخنون کے جو تاج زرین کو — خیال سلسلے مین سر دھر کے سروری جانے
یہ محتاجِ تو یون نزد ہم ہی جسطرح — خروس آپکو سلطانِ خاوری جانے
غرض یہ وہ غزلِ قطعہ بند ہی سودا — کہ اُسکی قدر کوئی کیا حُسن انوری جانے

ولہ

ہر ایک شی مین سمجھ تو ظہور کس کا ہی — شرر مین روشنی شعلے مین نور کس کا ہی
دماغ خلق پُر از کبر ہی مین حیران ہون — یہ مُشت خاک مین اتنا غرور کس کا ہی

ولہ

تمیز خوب و زشت اے مہربان کب عشق نے پائی — محبت مین سبھی یکسان ہین جسکی جس سے بن آئی

میرے لہو سے ہی مری دیوار گھر کی سرخ / میری ہی موج خون مرے سیر ون درگئی
شکوا تو کون کرے ہی مرے اشک سرخ کا / تیری کب آستین مرے لہو سے بھر گئی

ولہ

تیری اُن الفتوں کے رلانے کدھر گئے / کیا جانیے کہاں ہیں ہنسانے کدھر گئے

ولہ

وعدۂ لطف و کرم گر نہ وفا کیجیے / مہر نہیں تو ستم کچھ تو بھلا کیجیے

ولہ

گر تجھ میں ہی وفا تو جفا کار کون ہی / دلدار تو ہوا تو دل آزار کون ہی
نالان ہوں مدتوں سے ترے سایہ کے تلے / پوچھا نہ یہ کبھو پس دیوار کون ہی
سودا کو جرم عشق سے کرتے ہیں آج قتل / پہچانتا ہی تو یہ گنہگار کون ہی

ولہ

اس چال کے سمجھنے کا کچھ اسلوب نہیں ہی / یہ گردشی ہم سے فلک خوب نہیں ہی
الفت میں کچھ ایسی بھی اثر چاہیے سودا / ہر حسد و فا شیوۂ محبوب نہیں ہی

ولہ

دل لیکے ہمارا جو کوئی طالب جان ہی / ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ جی ہی تو جہان ہی

ولہ

اسیری پر مری ناحق یہ دل بیداد کرتا ہی / قفس میں ہمنوایان چمن کو یاد کرتا ہی

ق

جو وہ پوچھے تجھے قاصد کہ سودا خوش تو رہتا ہی / تو یہ کہیو کبھو رو رو دل اپنا شاد کرتا ہی
بسانِ نی ترے ہاتھوں سے نالاں اسکو جہاں میں / کوئی ٹک منہ لگاتا ہی تو وہ فریاد کرتا ہی

ولہ　ق

جھڑکی تو مدتون سے مساوات ہوگئی
گالی کبھو دی تھی سو اب بات ہوگئی

انسوہین جھوٹے کا نہین اسکو ناصحا
ہونی جو کچھ تھی قبلۂ حاجات ہوگئی

گردش سے اس نگاہ کی ہے محتسب خراب
دنیا تمام رم خرابات ہوگئی

ملتا ترا ہر اک سے ہین کیا بیاں کرون
عالم سے مجکو ترک ملاقات ہوگئی

ولہ　۰

سودا فغان کو خط یہ لکھا اُسکے یار نے
جسوقت اُسکے حال کی اُسکو خبر گئی

سُن ای فغان جہان مین عاشق جو ہو گیا
معشوق سے اسی روش اُسکی گذر گئی

شیرین سے جو رکٹ نہ کیا کوہکن کے سر
مجنون پہ کیا جفا تھی کہ لیلی پہ کر گئی

گل ہی تڑپ سکتی تھی بلبل چمن کے بیچ
ذرا نہ اُسکے حال پہ گل کی نظر گئی

پروانے رات شمع سے لٹتے جلے کہ صبح
خاکستر اُسکی لے کے صبا دشت پر گئی

مس بارہ کچھ کیا ہی کہ بدنامی کو مری
آواز آہ و نالہ تری گھر بہ گھر گئی

حرمت رکھی نہ رعد کی فرہاد نے تری
روتے رہتے سپہر سے آبرو اُتر گئی

تو ہو سکے پیرے سر کے ہی دیوار گھر کی سرخ
آنکھوں سے موج خون کی ہر روز در گئی

القصہ خط کو پڑھکے یہ اُن نے لکھا کہ خیر
تیرے ہی دل کی مہر بجا لون کدھر گئی

شیرین کی ایک مین نہ کہون ورنہ بارہا
لیلی جدھر تھا وادی مجنون اُدھر گئی

ظالم کُشتہ رنگ گل کا گریبان ہوا ہی چاک
اک عندلیب گر اجل اپنی سے مر گئی

پروانہ کو تماشا جلا شام کو کہ شمع
روتی ہوئی نہ رم سے وقت سحر گئی

یہ گفتگو تو قطع نظر اس سے تنگ کیا
مجھسے جہاں سے ہجر کی طاقت اگر گئی

لخت جگر کو یارو دیکھو مری مژہ پر — اب دار ہی تو یہ ہی منصور رہی تو یہ ہی

ولہ

قد کو ترے جس جگہ مشتق خرام یار ہی — اُس جگہ شور قیامت فرش پا انداز ہی

ولہ

ہی قسم تجکو فلک دے لو جہاں تک چاہیے — جلوہ حسن اُسے حسرت دیدار مجھے

سیر املاک عدم سے کوئی بارا سودا — جانا اب اُسکی حسرت لینے کو ناچار مجھے

ولہ

حسن رو دو کسی اور یہ سب ادا کروگے — یہ یاد رہے ہمکو بہت یاد کروگے

ولہ

کیا کاوش مژہ سے مری دل کا چل سکے — عہدے سے جسکی صف کے نہ محشر نکل سکے

لالا ہی تھا پہاڑ کو فرہاد سے وہ لے — آئی کو کیا کرے جو وہ سر سے نہ ٹل سکے

سودے تو زندگی کا نہیں اسقدر بھی یاں — افسوس مین کسی کے کوئی ہاتھ مل سکے

ولہ

سے سر رکھ کر کو سے دیں کا نقصان نشے — باعث دشمنی ای گبر و مسلمان مجھے

آہ و زاری سے مری نہ سخن ہوتا کوئی — تجھے نالان ہو کر اک خلق ہو نالان مجھے

اُسکی جو سے نہیں محرم نخہیں سنے سے ہی کام — کیا کیا چاہتے ہیں دیدہ گریان مجھے

ولہ

قاتل سے کیوں جھگڑے وکیا بحث بیرا ہی — جا سے خطر نہیں ہی مرا جسم خنجر ہی

ولہ

گل پھینکے ہیں عالم کی طرف بلکہ ثمر بھی — ای خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

ولہ

اِسقدر سادہ و پُرکار کہین دیکھا ہی
سب بے نمود اتنا نمودار کہین دیکھا ہی

حوا کعبے مین تجھے حواہ مین تجاسے مین
آشنا سمجھون ہون مَے یار کہین دیکھا ہی

دکھ دھندا اور بھی ہین لیک کسوے کوئی
دل سا بھی درپئے آزار کہین دیکھا ہی

پھرے ہی کوچہ و بازار مین تو کیون سودا
جنسِ دل کا بھی خریدار کہین دیکھا ہی

ولہ

آتا ہی یاد کوئی تریئں کے وقت تجکو
اکثر تو دے کے سرمہ دکھا مین رو دیا ہی

جون گل ہی مجپہ احسان کیا ساقیِ ازل کا
میرے لہو سے مجکو اِک جام بھر دیا ہی

لب تشنگان جامِ تسلیم ہم ہین ساقی
یا بادۂ یا ہلاہل جو ہو سو واہ وا ہی

سمجھے اگر تو اتنا بیدردگی مرض ہی
ہو درد جس طرح کا پھر وہ تجھے دوا ہی

گرلے چلا وہ دل کو بیگانہ وار سودا
تو ہی گرا ب لعافل جانے دے آشنا ہی

ولہ

نسیم ہی ترے کوچے مین اور صبا بھی ہی
ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہی

ترا غرور مرا عجز تا کجا ظالم
ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہی

خیال لے سے مس گو ہون ترا سجان مست
کرلیے کو دلون کے کبھی سنا بھی ہی

ولہ

لینا جو ست شیشۂ دل منظور ہی تو یہ ہی
ثابت جو ہی تو یہ ہی گر چور ہی تو یہ ہی

از چشم خون چکان کا احوال کیا کہون مین
اس زخم ہی تو یہ ہی ناسور ہی تو یہ ہی

گردش سے آسماں کی نزدیک ہی سبھی کچھ
ہم سے تجھے ملانا اک دور ہی تو یہ ہی

تخت نادان ہیں سکو ہی تخت تاج سلطانی ‏— فلک نال ہما کو یل مین سعت ہی گمسرانی

مہین معلوم آن سے خاک مین کیا کیا ملا دکھیا ‏— کہ جنکو نقش پا سے تا عدم نکلی ہے حیرانی

رہا ہے بین ہمن کہلتا ہی کالب حیران ہوں ‏— گرہ غنچے کی کھولے ہی صبا کیونکر آسانی

یہ کیسی ہے ای سودا نہیں طول امل لازم ‏— نمط جامے کے سر کٹوائیگی اسکی یہ دامانی

ولہ

سمجھ ای باقناعت ہم کب تک یہ سان ہوگا ‏— ادا سے حسن مینائی و الطاف زلف طولانی

کمال اس امر کو دل سے کہ اوسکی وفا ہی ‏— رہیں کو ستم کرتا ہے انکا منصف مسلمانی

سبب ہے دین محمد پیروی مین اسکی جو ہو وین ‏— رہے خاک قدم سے اسکی ہمسر نورانی

مرے ساس نہ آئی داں ہی اس گفتگو اوپر ‏— کہ دیکھا تھا اسکو ان نے دیکھی شکل پروانی

ع مشکل ہمیں ہو نی کہ پیدا کرکے ایسے کو ‏— خدا گر یہ لکھ سر تا ہمیں کوئی مرا تانی

ان آگے مت چل ای سودا این لکھا ہم کو تیرے ‏— کر استغفار اس منہ سے اب ایسی کی ناخوانی

ولہ

جھرہ مرو ستمہ ہی ایک مسلسل مشکفام دو ‏— حسن تاں ہے کے دو در مین ہی جھ ایک تمام دو

کیا ضد ہی مرے ساتھ خدا جانے وگرنہ　　کافی ہی تسلی کو مری ایک نظر بھی
سودا تری فریاد سے آنکھوں مین کٹی رات　　آئی ہی سحر ہونے کو ٹک تو کہین مر بھی

ولہ

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے　　اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے
قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہی ضرور　　آیندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے
گر ہو شراب و خلوت و محبوب خوبرو　　زاہد تجھے قسم ہی جو تو ہو تو کیا کرے

ولہ

جس دم وہ صنم سوار ہووے　　تا صید حرم شکار ہووے
جو اُٹھ نہ سکے تری گلی سے　　رہنے دے کہ تا غبار ہووے
ق
شبنم سے بھرے ہی ساغر گل　　گردوں کو شراب خوار ہووے
پانی نہیں دیتے اُسکو ظالم　　جو تم سے شمار ہووے

ولہ

ہو دوست خدائی مین تو پیچھے منادی　　ظالم ہو جو کوئی سو طرح دار نہووے
دولاب کی ہی حق بطرف مستی سے فریاد　　پیمانہ کسی کے گلے کا ہار دو ووے

ولہ

پھر نظر تجکو نہ دیکھا کبھو ڈرتے ڈرتے　　حسرت میں جی کی رہیں جی ہی میں مرتے مرتے
ق
پھر گلگشت عدم سے جو کوئی پونچا ہی　　سمت اس باغ کے طی منزلیں کرتے کرتے
پھل جوانی سے نہ پایا کبھو جوں طفل سرشک　　مل گیا خاک میں یاں پاؤں کے دھرتے دھرتے

ولہ

محرم ہو مین تو کہہ دو مکافات کے لیے　　سہ میں خدا سے دی ہی زباں بات کے لیے

ہی علم الٰہی سے وہ اُمّی لقب آگہ | وان عقل کل و طفل دبستان ہی برابر
دونون کا سخن امر کم از امر الٰہی | دونوں کی حدیث آیۂ قرآن ہی برابر

ولہ

اُٹھ گیا بہمن و دَی کا جہان سے عمل | تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل
سجدۂ شکر مین ہی شاخ ثمردار ہر ایک | دیکھکر باغ جہان میں کرم عزّ و جل
سینے پر کچھ نہین موقوف عجب وصل ہی یہ | گل بہم بوچھے ہی عقدہ ہو کسی طرح کا حل
اُگتو گر دہ چمن لمعۂ خورشید سے ہی | خط گلزار کے صفحے پہ طلائی جدول
سایۂ برگ ہی اس لطف سے ہر اک گل پر | ساغر لعل مین جون کیجے زمرد کو حل
سنگ نے رتبۂ آئینہ کیا ہی پیدا | تیغ کہسار ہوئی بسکہ ہوا سے صیقل
لڑکھڑاتی ہوئی پھرتی ہی خیابان مین نسیم | پاؤں رکھتی ہی صبا صحن مین گلشن کے سنبھل
نسبت اس فصل کو کیا ہی سخن سے میرے | ہی فضا اُسکی تو دو چار ہی دن میں فیصل
ہو جہان نکے شعرا کا مرے آگے سر سبز | نہ قصیدہ نہ مخمس نہ رباعی نہ غ ل
ہر سخن فیض سخن اُسکی ہی مداحی کا | واسطے جسکی مرا ہی سخن سبز و ل
سر یزدان سے مردان علی عالی قدر | وصی ختم رسل اور امام اول
خاک نعلین کی جسکی ہو د طالع سے | پوچھیے اُس شخص کو جو شخص ہما سا ے ازل
وہ نظر آئے اُسے دہر کی بینائی سے | رہ گیا اور رہیگا جو ابد تک اوجھل
مطلع
دیدۂ نیر اللہ ولی حق سے نگہ کا ہی حائل | ایک سی دو نظر آتی ہی بچشم احول
وہ منافق ہیں جو دو مرکا مین کرون کیا تشدین | دل محبوبون سے کے جو میدان مین کرتے ہیں فیل
اُسکے جو ہو دشمن بار کے تیرا | نہ رہین دین محمد کے سوا اور ملل

پھینکے ہی منجنیقِ چرخ تاک کے سنگِ تفرقہ / بیٹھکر ایکدم کہین ہو وین جو ہم کلام دو
کہتی ہی مجسے مغفرت ہووگی حوت غزل / ہمرہ نعت و منقبت گر ایسے التزام دو
مثل زبان خامہ ہین گر ہبی و امام دو / معنی تو ایک ہین گو کہ ہوئے بنام دو
ہونے نہ دے غروب ایک بہر نماز مہر کو / ایک کرے اشارے سے قرصِ مہِ تمام دو
اُنکے طوافِ روضہ کو یونہیں کبھو نہ جبرئیل / رکھکے زمین پہ ایک گام تا نہ کرے سلام دو

وله

بسان دانۂ روئیدہ ایک بار گرہ / کھلے جو کام سے میرے پڑے ہزار گرہ
کروڑ مرتبہ فصل بہار مین کھولی / صبائے غنچون کی جاسوسے لالہ زار گرہ
ہزار حیف کہ یہ میرے دل کے رشتے کی / کھلی نہ اے نفسِ سرد ایک بار گرہ
غلط ہی تو جو زمانے مین سمجھے یہ سودا / کہ کار بستہ سے یارون کے کھولین یار گرہ
بغیر ناخن تیر جدا جہان مین کوئی / کسی کے کام کی کھولے، زینہار گرہ

وله

یکسان ہی وجود و عدم انسان کا ترے پاس / یان سر بہ تن عاشق و بہتان ہی برابر
آنکھوں سے مروت تری اور دلسے ترے رحم / قسمت ہی یہ اپنی کہ گریبان ہی برابر
کیا درد بیان تجسے کرون مین کہ ترے پاس / میرا سخن اور کد رقیبان ہی برابر
تو نے وہ کہا کیا کہ جسے من سے نہ مانا / یان حکم قضا اور ترا فرمان ہی برابر
کیا دیکھے سامنے تیرے کوئی اپنا / یان زخم دہان و لبِ خندان ہی برابر
نالش کرون اب ان کہ جہان حق بطرف ہین / مور و ملخ و دیو و سلیمان ہی برابر
وہ ختم رسالت نہین جسکا کوئی ہمتا / اور رہی بھی جو کوئی سنۂ مردان ہی برابر

اسکو آسیب نہین صورت شمشیر قضا
نہ جھڑے وہ نہ مُڑے وہ نہ ہٹے کہین بل

زیر ران ہی جو ترے خنگ فلک سیر شہا
ہی وہ محبوب جسے کہیے نہایت چنچل

سب کا احوال ترے پیش ضمیر روشن
ایک سے دونون ہین کیا ماضی و کیا مستقبل

پر کرون کیا مین کہ ہی آٹھ پہر دل میرا
گردش چرخ سے جون شیشۂ ساعت بیکل

سات یہ فتنے ہین کہتے ہین جسے ہفت فلک
ایک سے ایک بڑا ایک کے اک زیر بغل

جلد پونہچا بزمین نجف اس عاصی کو
کہ اسے عمر ابد ہی جو وہان آئے اجل

ہاتھ پھیلائے حاضر ہر فلک کس کے حضور
دست ہمت نظر آتا ہی جہان کا بعل

ولہ

سنگ کو اتنے لیے کرتا ہی پانی آسمان
منہ پہ لاوے آرسی نا عیب پوشے مردمان

ختم اسپر ہو چکی بدخُلقی و بدخَصلتی
پھر نہ آیا اسکے گھر اِسکا گیا جو میہمان

دیکھ ٹک احوال عنقا کا کہ اس ظالم کے ہاتھ
نام پیدا گر کرے کوئی تو مٹتا ہی نشان

ہنس کو موتی چگاتا ہی سدا یہ بے تمیز
یوسف کھینچے ہی ہُما کا دیکھئے منت استخوان

ماہ کے خاطر مقرر وقت شب ہی ایک نان
پھر جو یہ چاہے سدا ساری وہ ہووے سو کہان

اک لب نان کے لیے حیران پھرتے تہے شہر
مثل ماہ نو پٹے پھرتے ہین عالی ہمتان

کیا کرون اُسکی طبیعت کے تلون کو مین نقل
کیا کرون بیرنگی گردش کا اُسکی بیان

آن مین اوج حسب کو پونہچے مجہول النسب
خاک ذلت پر گرے پل مین فلان ابن فلان

جیسے ہوتا کاسۂ فقر اکثر آیا ہی نظر
بارہا تختے پہ دیکھا صاحب تخت روان

تا کجا کہیے غرض اس سفلۂ دون کا فراغ
اک ترے پر ہین گاہے چنین گاہے چنان

یا ولی اللہ ہی مجھ پر تیقن گرچہ یہ
ہی وہ کیا مخفی جہان مین جو نہین تجھ پر عیان

ایسا ہی مارا ایک طمانچہ کہ تا ہنوز
پونہچے ہی رنگ چہرہ گل ارغوان تلک

کہنے لگا وہ مجھسے کہ سودا ہزار حیف
آیا کہ من سے شکوہ یہ سمجھا تھا یاں تلک

بہر فلاح دامن ہمت نہ چھوڑیے
تنگی سے گر ہو چاک گریبان جان تلک

عزت کی گر ہو گوشۂ دامن پہ بیم نان
دستارخوان کو نہ بچھے پانسے وان تلک

روزی کو مضطرب ہو ٹک آئینے کو دیکھ
نان آبرو سے پہنچے ہی رو تسدلان تلک

پس فرض کیا کیا ہی کہ اشعار رتبہ دار
لیجا کے تو بڑھا کرے اول ناکسان تلک

جو نخوت و غرور سے تحسین کے محل
اور سوا سخن کو نہ لا دین زبان تلک

نزدیک جسکے ہی وہ بڑا صاحب کمال
منصب کا جسکے رتبہ ہو فیل و نشان تلک

گر تو علی سلام کرے آن کر اُٹھین
سینے ہی پر وہ ہاتھ رکھیں ہیں جہان تلک

چاہیں کہ ہم کلام ہوں اس سے تو یہ کہیں
پونہچے ہی سلسلہ ترا کس خاندان تلک

آدم تک اُنکے پاس عرض آدمی ہیں
پونہچا دے تا نسب کو نہ شایستہ جان تلک

سودا تو اُنکی مدح کریگا کہ سر دروغ
اک حرف راست دل سے نہ پونہچے زبان تلک

حیران ہوں میں کہ مثل نگین بہر نام عمر
اپنا تو رو سیاہ کرے گا کہاں تلک

رکھے قلم کو مدح میں ایسوں کی سرنگون
سجدہ کریں ہیں جسکو زمین و زمان تلک

خاک مزار اُنکی سدا ہو تو تیا
پونہچے ہی روم و شام سے لے اصفہان تلک

ہنگام طوف جسکے ملائک تیمّما
لیتے ہیں خاک آن کے اُس آستان تلک

خادم کہیں ہیں داسکے مُنہ آپس میں دیکھ یہ
پونہچے ہی کوئی دن کو زمین آسمان تلک

جس وقت یہ سخن ذہن بے سر عقل سے
پونہچا گر کسیطرح مرے گوش جان تلک

آیا نہ دل میں جانئن میں کیا لے کے بہر دلہ
کب دسترس مجھے ہی کسی ارمغان تلک

سررشتہ ہی عزت کا فقط ہاتھ خدا کے
افزایش قدر اپنی مین چلتی نہین تدبیر

قطرہ وہی پانی کا ہی قسمت کی ہی تفریق
ہو ایک تگرگ ایک گہر ہو کے گرہ گیر

سودا تجھے کیا سود حوا بنائے زماں کی
نافہمی و بے ربطی سے کرتا ہی تو تقریر

کر اسکے عوض مدح شہ ہر دو جہاں کی
تا عفو جرائم ترے طالع مین ہو تحریر

وہ شاہ خراساں کہ دیس سے جسکی
ہوتے ہوئے اکسیر نہ ماٹی کو لگے دیر

مانگا کرے ہی ہاتھ کو پھیلا کے فلک پر
مہر اُسکے سدہ اقدس درگاہ سے تنویر

ولہ

سحردم سودا چمن مین مجکو آیا تھا نظر
اندنون شاید وہ کچھ شعر جنون سے تنگ ہی

پاس گلبن بے دماغانہ سا کچھ بیٹھا ہوا
اک غزل پڑھتا تھا یہ مطلع کا جسکے ڈھنگ ہی

شمع کا میری صدا سے چہرہ گل رنگ ہی
ٹک پرے جا تو اے بلبل گو تو خوش آہنگ ہی

ٹک پرے رکھنا قدم اس آستاں سے گردباد
خاکساری کو ہماری سرکشی سے ننگ ہی

آہ کس منہ سے کہوں تجکو کہ ٹک ادہر تو دیکھ
شکل سے میری سدا بیزار میرا رنگ ہی

ہو سکیں نازک دلان کب روکش حرف درشت
عکس بال طوطی اپنے آئینے پر سنگ ہی

ٹک پرے گلشن سے مت شور کر ابر بہار
یاں صدا لے رہی آواز شکست رنگ ہی

اس میں جراُت ہے مین اُسکا قطع کر طول کلام
یہ کہا چرخ منقش کیا زمرد رنگ ہی

گوشۂ خاطر سے کرتا ہی عوض اس قصر کو
سر اُٹھا دیکھا تو ٹک اتنا ہی تو لاسنگ ہی

ناگہ اس اثنا مین اک منعم نے آ اُس سے کہا
بندہ خانہ کیا تمھین تشریف لانا ننگ ہی

ہر مکان مین مسند اور ہر ایک جا فرش سمور
ہر طرف مطرب میسر ہر مو رباب و چنگ ہی

نوش کرنے کو کباب اور پینے کے خاطر شراب
دیکھنے کو رقص محبوبان خوش آہنگ ہی

برنگ عکس سبکبار بحر دنیا مین
تو رہ کہ بحر حوادث نہ ڈبوے تجکو بہا

کسیکی دل شکنی سے جو خوش کرے دل کو
وہ کون لوگ ہین کیسے ہین کیا ہین مجکو بتا

یقین تو جان گیا ٹوٹ دل مرا وہین
جو خار چبھکے مرے پاؤن مین فرس اٹوٹا

حذر کی اپنے مکافات نفع گردون سے
طلب نکر کہ نہوا ایک نام پید و ہوا

رکھی فلک نے مرے سر پہ منت دستار
جو زخم سنگ بلا کے سبب پہ سر باندھا

نہین ہی امن کہین زیر آسمان ہرگز
بجز زمین خراسان کہ ہی وہ عرش آسا

ثنا کرون تری ہر وجہ مین قلم آسا
کہ سر کٹے تو گریبان سے ہو زبان پیدا

ولہ

صاحب ہین کئی اس طبقے مین شعرا کے
ہم بزم سخندان کو یہ اپنے کرے تقریر

اُستاد کی اُنکے ہی انھون کو یہ نصیحت
لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر

اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ
سے پیچ و ناحق نہ لکھو دُود کو زنجیر

جب تک کہ نہ منظوم ہو یا سنگ نزار و
باندھو نہ کبھو شعر مین تم لفظ شکم سیر

تم شعر سخن لیے کی مدت مین نکالین
دلو کہ یار کو یا و نہ کبھو [illegible]

چہرے کو معشوق کے دو شمع سے تشبیہ
تا زلفون کو باندھو نہ کسو شکل سے تکثیر

مضمون حرف و زلف کا معشوق کے باندھو
لکھو الف و لام کے سیپارے کی تفسیر

اُستاد کی اس پند پہ کی اور ترقی
سنتو وہ لیا حسن مین کہ ہو غیر کی تحقیر

مضمون جو ہو رستے کا تارہ کسی کے
کرتے ہین اُسے فارسی مین باندھکے تشہیر

پھر کہتے ہین یون ہی کسی اُستاد کا یہ شعر
سرقہ یہ کیا جن نے بُرا ہی کوئی بے پیر

اتنا یہ سمجھتے نہین نادان کہ جہان مین
حاصل نہین ہوتی ہی کچھ ان باتون سے توقیر

وله

ای وہ کہ کار حسن و بشر تجھ سے ہی رواں
تیری وہ ذات جس سے دو عالم ہی کامراں

کھینچا قضا نے تسمۂ سنگ فساں کہ جب
شمشیر تیری جیسے خ چڑھی بہر دشمناں

اسکی برش کرے ملک الموت جب خیال
بے اختیار ہو کے پکارے کہ الاماں

سمجھیں تو یہ کچھ ہی کہ جسکو کہا ہیں عرش
گلگوں ترا سو ہی بجمال پری وشاں

رکھتا ہی یہ قدم کہ نہ پہنچے رکاب تک
بار بہار لیوے کو تا آمد خزاں

سلطان تجھی ہو آگے سے جس کے فنا کہ جب
وہ تیغ ہو سہ اسپ ہوا اور رکسا ہو جواں

ہیں جس کے سنگ بزے ترے جلوہ گاہ سے
طائر ہیں جتنے سدرہ میں عرش آشیاں

واں کر کے فرش آنکھوں کو ایسی وہ منتظر
تیرے قدم کے رہتے ہیں ای صاحب الزماں

سودا بجز دعا کے تری کیا ثنا کرے
لائق ہی اس مقام میں جبریل کی زباں

یارب ترا ظہور ستانی ہو تا مد مہر
روشن ترے جمال سے ہوں جسم مومناں

وله

رکھے ہمیشہ تری تیغ کارِ کفر تباہ
سخن اشہد ان لا الہ الا اللہ

سجود در سے ترے بہرہ ور رہوں اہل زمیں
رہے رکوع میں تا قامت سپہر دوتا

نہیں کلف یہ فلک سہ کا ترے لیکر
بغل میں عاشیہ ایسی جبلے ہی ہر شب ماہ

کرے جب آئیگا تو عزم سب پر اسکی
رکاب اب کے اقبال ہوئے بسم اللہ

جدھر کو ہو تو جلو ریز پھر ترے آگے
ظفر جو طرقوا ہووے تو فتح پیش نگاہ

کیا میں فرض کہ آنے سے زیر بال ہما
جنھیں حصول ہو جمشید کی سی شوکت و جاہ

ترا نکو اوج سعادت سے میرے کیا نسبت
وہ یوں پہنچے ظل ہما تک ہیں تا بظل اللہ

یہ کہا سنکر جو ترغیب آپ کرتے ہین مجھے
اسکو باور کیجیے گا یہ خیال ننگ ہی

نازپروردہ جو استغنا کے ہین لُکے تئین
اک قدم راہ طلب طی کری سو فرسنگ ہی

دیکھا راہ اجل اُنکو تماشا رقص کا
درد دل سُننا کسی کا اُنکو عود و چنگ ہی

غم کسی دل سوختہ پر اُنکو کھانا ہی کباب
نت اُنھین خون جگر پینا مے گلرنگ ہی

خاک در اک ایسے کی ہین وہ تری سند ہی کیا
عرش کے دامن پہ گر بیٹھین تو اُنکا ننگ ہی

کہ سلیمان سے نگین لینے پہ تو نازان نہو
پیش ارباب ہمم یہ دست زیر سنگ ہی

ولہ

جون غنچہ آسمان نے مجھے بہر عرض حال
دی سو زبان دہن مین ولیکن سبھی ہین لال

گردون سے کار بستہ کھلے کیونکہ ہی محال
ہرگز نہین ہی عقدہ کشا ناخن ہلال

رکھتا ہی پر غبار کو جون نیرہ سربلند
جون جادہ خاکسار کوٹے ہی زمین پہ ڈال

اک تن نوالہ خوار نہوا اس سے تا ابد
روز ازل سے ہی یہ نگون کاسہ سفال

پارے کوٹے ہی رتبہ اکسیر بعد مرگ
دولت کبھی کسو کو نہ دی اُن نے بیزوال

ڈھاپے ہی جا نمازستی زاہدونکا عیب
دیتا ہی راز عشق کو پردے سے یہ نکال

ہم پر سدا رکھے مے گلرنگ کو حرام
خون بہار تیغ خزان پر کرے حلال

ہم پست فطرتون پہ چلی کب نہ تیغ چرخ
دو ٹکڑے اُدھر ہی آ جبہ صر ہو زمین پہ ڈھال

خواہش ہی دو جہان کی اگر تو زبان سے
جز مدح شاہ سرور علی مت سخن نکال

ای شاہ دین پناہ شتابی سے کر ظہور
تا دوست ہو دین شاد و دشمن ہوں پائمال

اکثر جو اختلاف ہین دین نبی کے بیچ
اس مجملے کا تتمہ ہی موقوف انفصال

سودا کی آرزو ہی کہ جب تو کرے ظہور
اسکی یہ منت خاک ہو تیری صف نعال

الٰہی تا ہو جہان نو ہوا اور تو نیا ہو　　جہان کی خوبی ہی تو ای جہانیوں کے پناہ

تہنیت نوروز

بخشی جو تجکو حق نے جوانی مین سلطنت　　شیب زمانہ کو یہ ہوئی خواہش شباب

نزدیک شام کچھ یہ شفق پھولتی نہین　　کرتا ہی چرخ پیر حنا باندھکر خضاب

اس بارگہ کو کیون نہ فلک مرتبت کہون　　جسکی بلند کاہ کستان سے بھی ہو طناب

استادہ ہونے مین ہی یہ کچھ اُسکی عظم و ستان　　اُٹھتا ہی جسطرح شفقی رنگ ہو سحاب

اس اس وش کی قالی گلگون ہو اُسمین فرش　　دیکھی نہو گی موسم گل نے جسے بخواب

برج حمل کیطرح سے ہی اُسکے بیچ تخت　　تو اُسمیں یون شرف کے ہو جون گھر مین آفتاب

سودا کرے ہی ختم دعائیہ پر سخن　　اس جا نہین ہی طول سخن مقتضاے داب

اُس تخت پر بمسند اقبال بیٹھکر　　کرتا رہے تو شادی نوروز ای جناب

تہنیت سالگرہ

فجر ہونے ہوگئی آج مری آنکھ جھپک　　دی و وہین آکے خوشی نے در دل پر دستک

پوچھا مین کون ہی بولی کہ وہ مین ہون غافل　　نہ لگے شوق مین جسکے کبھو شائق کی پلک

ہی ۔۔۔ی نام مرا ہون مین عمر بر دلہا　　زندگانی کی حلاوت ہی جہانین مجھ تک

کھول آغوش دل اور لے مجھے جلدی دامن　　پھر جدا جاے یہ دن کب تجھے دکھلائے فلک

آنکھیں ملکر کے جو دیکھوں ہون تو اک ماہ لویش　　سر سے لے غرق جواہر مین وہ ہی پاؤن تلک

زلفین یون بکھری ہوئیں چہرے پہ مانگیں بھی دل　　جسطرح ابک کھلونے یہ ہیٹین و مالاب

۔۔س سے کال کے آویزے مین لطیف کے جون　　مستعد قطرۂ شبنم کہ پڑے گل سے ٹپک

مسی آلودہ لب انگرے تہ جا کستر　　کہ ہولے سے وہ سخن کہنے کی جائے سے دہک

شرق سے غرب تلک رعب ترے نیزے کا　　دھاک ہے ربع جنوبی کی تری تا بشمال
اسکی خونریزی سے یون فوج عدو گھونگٹ کھاے　　جون مہ نو سے محرم کے پلٹتا ہی سال
کافر حربی و موذی و منافق ملحد　　ایک جو رنگ ہی چار رو نکالے سے اسے صال
کیا بیان تجھسے کرون وصف سپر کا تیری　　سایہ چھپر نحوست ہی تری پیٹھ پہ ڈھال
تیرے شمشیر کے جلوے کی تجلین جو دیکھے　　کہے وہ اسکو کہ ہتا زرہ حسن و جمال
باندھ دین پاؤن سے اسکے جو عدو کو تیرے　　پھر اجل چاہیے کہ پوسیجے اسے ہی امر محال

ولہ

استخار کا بستان جہان کے ہی عجب ڈھنگ　　جلتا ہی حنا اس سے رنج گل پہ جو ہو تنگ
بیمہری من ستیار گلستان کی کہون کیا　　پھل دے انھین جو نخل اسے مارین من پہ سنگ
دنیا مین توقع نہیں انسان کو کسو سے　　چھوٹ اسکا ور پر اب ہی جیسے ہند کا اورنگ
طائر کے جو تو صید پہ لے تیر و کمان ہاتھ　　اڑجن کے وہین پر سے پرواز کرے تنگ
عرصہ ترے گھوڑے کے جو سرپٹ کا ہی اسمین　　پاسے فرس باد سحر کرے لگے لنگ
قبضے مین ترے قوت شمشیر سے تیری　　لے شام سے تا روم لہے روم تا زنگ

ولہ

گاہ نرگس نظر آوین گہے آہو گہے ترک　　انکھڑیان ہین تری ظالم کہ کوئی شعبدہ باز
نذر ہنگام ادا ایک جہان کا دل و دین　　ناز کے وقت گریبان دو عالم ہی نیاز
کبنہ جوئی کا تو کیا ذکر ہی سبحان اللہ　　مہربانی کا ترے جور فلک پا انداز
تو جو کہتا ہی نہیں دل کو ترے صبر و شکیب　　اس سخن سے تو ہی انصاف سے دور دراز
عہد مین حسن کے تیرے جو پیمبر ہو کوئی　　معجزات اسکے من ہی صبر بڑا ہی اعجاز

ہو یہ غضب تو لاش کا حافظ کی ذکر کیا ۔ بیٹا سکتے چھوڑ گیا باپ نے فرار
لازم نہ تھا اسے کہ ہو ایسے کے سامنے ۔ ہمت میں اور کرم میں جو ہو طاق روزگار
لے زر سے تا جواہر و از اسپ تا بہ فیل ۔ جسکے ہم کے آگے نہ رکھے کچھ اعتبار
نے رتبہ زر کو ہو نہ جواہر کو منزلت ۔ نے قدر اسپ کی ہو نہ کچھ فیل کا وقار
خلعت کسیکو اسپ کسیکو کسیکو فیل ۔ بخشے کسیکو لاکھ کسیکو دیے ہزار
حافظ نے سر دیا نہ دیا زر ۔ ہوئی ہے یہ ۔ تاریخ اُسکے فوت کی کر کے عدد شمار
تاریخ فتح عرض کی سودا نے یون کہی ۔ یہ فتح نو مبارک نواب نامدار
۱۱۸۸ھ

ولہ

در و دروازہ یون ہے اب کس کا ۔ کہ نہ وان فیل و فیلبان ہوئے
خوان نعمت نہیں ہے ایک کا یون ۔ جس پہ تا سو نہ میہمان ہوئے
عیش و عشرت سے ہے سدا دمساز ۔ پیر ہو کوئی یا جوان ہوئے
ہے جو کچھ جس کنے ہے اوسکی عطا ۔ آصف الدولہ اور جہان ہوئے
دیکھکر جسکو خلق بولے ہے یون ۔ تو ہو اور عمر جاودان ہوئے
ہے حسن یہ تو مثال ہے یہ سخن ۔ حکما کا غلط گمان ہوئے
سب جگہ ہے ملا گر حسن خالی ۔ تیر زنی جس سے بحر و کان ہوئے
تیر تیر یہ انگاہ چشم قضا ۔ اُسکو دیدار و شہان ہوئے
سجا آفاق مین ہو حسب ممدوح ۔ اور سودا سا مدح خوان ہوئے
نہین سنا بان کا سر ۔ اللہ پہ کی ۔ اُسکے ہر بار سر زبان ہوئے

ہی یہ اُنچہ ایسا یہ بھی عجب نہن ہی — آنکس یہ ماہ لوسکے گرد ستیلیان ہو

مسک یہ رنگ اسکے جسطرح جلوہ گر ہی — گو سا بجھہ لاکہ بھوسلے یہ لطلب پر کہان ہو

اس واسطے تو ہم اُس امت ناک جو گذرے — یوںکہیے یہ ایکدن مین تا شب ورمسان ہو

اِس قد و قامت اور یہ حُسن ہی کہ اُسکی — زنجیر پا بجا ہی گر زلف مہوشان ہو

پامال بُھول سا کیا کیا کدرن مین اُسکی — اسلا کہین جو اُس مین شوخی کا کچھ نشان ہو

کہیا ک اک مہا وست چھیڑے تو یوں چلے ہی — عاشق کے وصل کی تہ جسطرح سے روان ہو

ہاتھی میں یہ حیلا واک ہی سولے اُسکے — تنبیہ یاب حسن سے رفتار جو شن قدان ہو

حسو فتست نقاں برسے کھوے اُسے مہاوت — ہمت سے بتری اُسکو خطرہ یہ ہر زمان ہو

دیوینگے سب مجکو ناحق کہین صلے مین — یا رب حضور جاؤن تو وان سے مدح خوان ہو

معذرت

مسلمانکو اطرح سے وہ یونہے ہی خلق کے — تا نسیم جون دوا کی بھجتی ہو درد کو

کسے سے کر بکالے تھا حاتم گھر تو کیا — عالم کے دل کی اُس سے نکلتی ہی آرزو

تقصیر عفو کی ہی نرسے یا مرا گناہ — انصاف یہ نہین مجھے مجرم جو سمجھے تو

تیرے کرم نے مجکو یہ آموز کر دیا — تھی ورنہ معصیت کی کب اس لسبہ کو خو

تیری ہی ذات متعلق ہی جرم و عفو — آنکھون مین دل مین جنیم مین ہر جا ہی تو ہی تو

اس نظم سے غرض نہین مدح و ساہین — ہو تیرے ذکر خیر کی ایسی زبان کو خو

روشن ہو تیرے دوست کا ہر شب چراغ عیش — بدخواہ کے نصیب ہو روز خوس کبھو

کسی متعصب کی ہجو

کرون چمن مین اگر جا کے مین غزلخوانی — تو بلبلین ہون مرے سیتے کی دیوانی

اُسکی عیدِ مبارک کا ہی مگر یہ سبب
حسن افشار زماں کا حسن ساخبان امام

وہ اُسکا خوان نعم ہی کہ جسکے مطبخ میں
صد اکھٹے کئے گی ہی دیگ کو صلاے عام

نری وہ تیغ کہ ستے کا رو ہو شے عدم
اُسے سو جو نکتے اسکو بخوابگاہِ نیام

کرون میں وصف سر کیا کہ تیر الیتست بیاد
علی بہ مدد ان ہی جنکا ہی نو سلام

ترا سمند سبکرو ہی اسقدر کہ نہین
بغیر جادۂ زین اُسکو جاۂ آرام

حضور اُسکے کریک رف کی بھرے پانی
عنان او جاکے اُسے جب کہ نے لوگرم خرام

الٰہی باغ جہان میں ہو سب تلک مانا
شبیہ غنچہ صراحی سے شکل گل کی جام

مؤسر ور نجھے دے ہر ایک عید کے دن
طرف سے ساقی کوثر کے ساقی گلفام

ولہ

برج حمل میں بیٹھکے جاور کا تاج دار
کھینچے ہی اب خزان پہ صف لشکر بہار

کہتے ہین یون زبانی پیک صبا یہ حکم
لو بجا حضور سے طرف باغ روزگار

دے گلی ہزار رنگ کے پہنا دین ابر کو
موج ہوا تلک ہو زرہ پوش ایکبار

بن خود ایکدم بہین رہتا سر حباب
ڈالے رہے ہی منہ پہ جھلم سنگ آبشار

رنجک ہی بہ مشق اوڑایا کرے ہی برق
گولے ہی ڈھالتا ہی سحاب تگرگ بار

طاؤس نام وہ جو ہین اس برج کے نقیب
کرتے ہین یہ صدا کہ جوانان لالہ زار

سنکھ صف قشون خزان آوے جس گھڑی
ہو کر اداتا ئے کھینچیو میدان میں کارزار

اب حرم کو خزان کے جو پوچھے نو بیتیں خلق
بعد از یہ بد کے ہی خزان ہی گناہگار

ہاتھی کی تعریف

شان و شکوہ تیرے ہاتھی کا کیا کہون میں
چرخی بجا ہو اُسکی گر چرخ آسمان ہو

کہتا ہی نہم عشرہ کو صراف سے جاکر / بی بی نے تو کیا کھایا ہی فاقے سے میان ہی
تب سنکے دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ / شوال بھی جوں ماہ مبارک رمضان ہی
یوں بھی نہ ملا کچھ تو ہر اک پالکی آگے / اس سج سے رسالے کا رسالہ ہی دوان ہی
ناکردہ یہ سیکھے چاک کوئی چاک گریبان / کوئی رووے ہی منہ پیٹ کوئی نوحہ زبان ہی
ہندو و مسلمان کو پھر اس پالکی اوپر / ارتھی کا تو تہم ہی جنازے کا گمان ہی
گر ہو سکے تا کر کسی عمدہ کے مصاحب / اسکی تو ادا سے ہی بڑی آفت جان ہی
وہ جاگے جو راتوں کو تو بیٹھے ہیں دو زانو / کیسا ہی اگر لاتے نہیں خواب گران ہی
سے وقت خورش اسکی جو ہو سامنے تئیں کھو / سو کیا کہوں تجھے کہ مصیبت کا بیان ہی
گر ڈال کی بیٹھے ہوے گنتے ہیں گھڑیاں / اور رنج جلا رو دونوں ہیں جوں اسپ دوان ہی
ہر بات یہ حماقت وہی اور حیرت یہ ہی حرمت / منہ صورت سوفار کمر شکل کمان ہی
مشکل یہ ہوا ہے کے بابا آدمی نوکر / سود و سوداگری کا جو کسی عمدہ کے یہان ہی
سودا یہ اس سے اگر آوے کے تئیں جھٹک / آوے تو وہ اسکو بحسوبت گران ہی
اور ماحسر اوپر جو وہ نواب کو دیکھے / کھانا تو یہ کھاتے ہیں پر اسکو خفقان ہی
مطبوع یہ ہی جب نزد اور جسم پہ سے گرد دوڑ / ہر دو دو یہ تجھیل قسم اوپر گا وریان ہی
اسمیں جو کمین ورو اٹھا سکتے ہیں اسکے / پھر تو یہ سنا ہی لو وان ہمدان ہی
کرتے ہیں عرض مرگ سے لڑ کے سو سا ہی / کر نوکری سو طالب کی یہان ہی
سوداگری کیجے تو ہی اس میں یہ مشقت / دکھن میں کے وہ جو خرید سمجھان ہی
ہر صبح یہ خطرہ ہی کہ طی کیجیے منزل / ہر شام یہ دل وسوسہ سود و زیان ہی
لیجا جو کسی عمدہ کی سرکار میں سے جنس / یہ درد جو سنیے تو عجب طرفہ بیان ہی

ہوا نہین وہ مرے صحبت شعر کو شکر
زمین مین شرم سے اب گڑ گیا ہو قاآنی

یقین نو جان کہ زانوادب کا اس فن مین
کرے ہی تہ مرے آگے عبید زاکانی

حرودکی سے مین کچھ پوچھون فن شعر کی بات
بجا کے تاشے کہے دین ملا نکتہ دانی

نہو وے کیونکہ مرا رسۂ شعر مین بالا
مین جیسے بیر کی کرتا ہون اب ثناخوانی

کہ جنکی دُم گئی مشرق سے لیکے مغرب تک
اُنھون کا اب کوئی دُم داری مین نہین ثانی

فرشتے داڑھی کو اُنکی لگاتے ہین صندل
کرے ہی طائفہ حورون کا آنکی افشانی

اُنھون کی لیسہ مریدون کو یہ وصیت ہی
جو چھوڑ جائے مری روح عالم فانی

تو مُنہ لگا کے رسن کو اُس شخص کے بنا چوری
کرین معاویہ کی گور پر مگس رانی

جگر کے ٹکڑے ہاں خولی کے لوردہ شمر
ہون نہین سبب کے دیکھے سے اُسکے نورانی

اُنھون کے دانے کا نام باندھی مین آ
ہو رُسنل بہ سبب کے آل مروانی

شہر آشوب کا انتخاب

اب سپاہی میرے جو کوئی پیرو جوان ہی
دعوا کرے یہ کہ مرے مُنہ مین زبان ہی
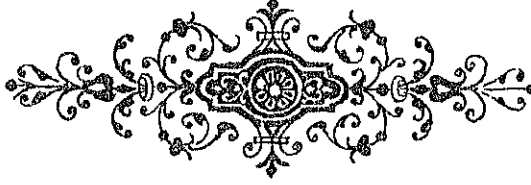
مین حضرت سودا کو سُنا بولتے یارو
اللہ ہی اللہ کہ کیا نظم بیان ہی

اتنا مین کیا عرض کہ فرمائیے حضرت
آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہی

تشنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہنا
اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہی

کیا کیا مین بتاؤن کہ زمانے مین گئی شکل
ہی وجہ معاش اپنی سو جسکا یہ بیان ہی

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی
تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ مکان ہی

گزرے ہی سدا یون علف و دانہ کے خاطر
شمشیر جو گھر مین تو سپر بنیے کے یان ہی

ثابت ہو دگلا تو نہین موزہ کہین کچھ حال
تیرون مین ہی پر گری تو سے چلہ کمان ہی

آرام سے ہے کتنے کا سنا تو نے کچھ احوال | جمعیت خاطر کوئی صورت ہو کہان ہی
دُنیا مین تو آسودگی رکھتی ہی فقط نام | عقبیٰ مین یہ کہتا ہی کوئی اُسکا نشان ہی
سو اُسکا یقین کسیکے دل کو نہین ہی | یہ بات بھی گوینده ہی کا محض گمان ہی
یان فکر معیشت ہی تو وان دغدغهٔ حشر | آسودگی حرفیست نه یان ہی نه وہان ہی

گھوڑے کی ہجو

ہی چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار | رکھتا نہیں ہی دست عنان کا بہ یک قرار
جنکے طویلے بیچ کئی دن کی بات ہی | ہرگز عراقی و عربی کا تھا شمار
اب دیکھتا ہون مین کہ زمانے کے ہاتھ سے | موچی سے کفش پا کو گنٹھاتے ہین وہ اُدھار
تنہا لے نہ دہر سے عالم خراب ہی | حسنت سے اکثرون نے اُٹھایا ہی ننگ و عار
ہینگے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہربان | پاوے سزا جو اُنکا کوئی نام لے نہار
نوکر ہین سو روپے کے دیانت کی راہ سے | گھوڑا رکھین ہین ایک سو اتنا حرام خوار
نے دانہ نے کاہ وہ تیمار نے سئیس | رکھتا ہو جیسے اسپ گلی طفل شیرخوار
اس مرتبے کو بھوک سے پہنچا ہی اُسکا حال | کرتا ہی راکب اُسکا جو بازار مین گزار
قصاب پوچھتا ہی مجھے کب کروگے یاد | امیدوار ہم بھی ہین کہتے ہین یون چمار
فاقون سے ہنہنانے کی طاقت نہین رہی | گھوڑے کو دیکھتا ہی تو پادے ہی بار بار
ہر زخم پر زبسکہ بھنکتی ہین مکھیان | کہتے ہین اسکے رنگ کو مگسی اہل اعتبار
القصہ ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور | آیا یہ دل مین جائیے گھوڑے پہ ہو سوار
خدمت مین اُنکی مین نے کیا جا یہ التماس | گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار
فرمایا تب اُنھون نے کہ اے مہربان من | ایسے ہزار گھوڑے کرون تم پہ مین نثار

قیمت جو چکاتے ہین سو اسطرح کہ ثالث | سمجھے ہی فروشندہ یہ دردی کا گماں ہی
جب مول منقص ہوا مرضی کے موافق | پھر بیسون کا جاگ کے عامل پہ نشان ہی
پروانہ لکھا کر گئے عامل کنے جسوقت | کہتا ہی وہ بیبا ابھی مجھ پاس کہان ہی
اودھر سے پھر آئے تو کہا جسس ہی لیجا | دیوان و بیوتات پہ کہتے ہین گران ہی
آخر کو جو دیکھو تو نہ پیسے ہین نہ وہ جنس | ہر اک متصدی سے میاں او تیاں ہی
ناچار ہو پھر جمع ہوئے قلعے کے آگے | جو پالکی نکلے ہی تو فریاد و فغان ہی
گرحال و حوائین کی سے کوئی وکالت | اُسکا تو بیان کیا کرون تجھسے کہ عیان ہی
ہر عمدہ کے دروازے پہ زین پوش پہ بیٹھا | پوچھے ہی اجی مردے جی نواب کہان ہی
دیوان کے بخشی کی بیوتات کے خاطر | مانند کنھیا کے جہان دیکھو تہان ہی
ہر بات پلٹتا ہی یہ ہے صبح سے تا شام | پیپل کے پتوے کیطرح منہ مین زبان ہی
جس روز سے کاتب کا لکھا حال مین تیرے | ہر صفحۂ کاغذ پہ قلم اشک فشان ہی
وہ سیت ٹکے سیکڑے لکھنے کو ہی محتاج | خوبی مین خط اس جسکا یہ از خط بتان ہی
یہ بھی مین تکلف ہی سے کہتا ہون وگرنہ | آفاق مین ان چیزونکی اب قدر کہان ہی
دمڑی کو کتابت لکھین و سہیلے کو قبالہ | بیٹھے ہوے وان میر علی جو کہ جہان ہی
سب مینتے ہیں تج کر جو کوئی ہو متوکل | جو رُو تو سمجھتی ہی نکھٹو یہ میان ہی
جب راہ خدا پیسے نکالے کوئی نواب | تب اِنکی سفارش مین اُسے رقعۂ خان ہی
مضمون یہی ہی رقعے کا کہ کچھ دیجیے اسکو | مداح اماموں کا ہی اور مرثیہ خوان ہی
بالفرض اگر آپ ہوے ہفت ہزاری | یہ شکل بھی مت سمجھیو تو راحت جان ہی
ٹک دیکھنا منصور علی خان جی کا احوال | چھاتی پہ کڈک چلی ہی اور شیر دہان ہی

جاتا تھا جب ڈپٹ کے میں اسکو حریف پر
دوڑوں تھا لئے پاؤں سے جوں طفل نی سوار

دھر دھمکا وا سے لڑتا ہوا شہر کی طرف
القصہ گھر میں آن کے میں نے کیا قرار

گھوڑے مرے کی شکل یہ ہی جس نے جو سُنی
اسیر بھی دل میں آئے تو آتے ہو جیسے سوار

سُنکر نہ اُسسے میں سے یہ قصہ دیا جواب
ایسا بھی جھوٹ بولنا کیا ہی ضرور یار

گفتن ہمیں بس ست کہ اسب من الموت
سمجھو لگا دل میں لے اگر ہوں میں ہوشیار

لیکن کسیکے چڑھنے کے لائق نہین یہ اسپ
اتنا وہ سرنگون ہی کہ سب اوڑ گئے ہین دانت
دہلی تک آن پونہچا تھا جس دن کہ مرہٹہ
ناچار ہوکے تب تو سدھایا مین اُسے بزین
جس شکل سے سوار تھا اُس مین کیا کہون
چابک تھے دونوں ہاتھ مین پکڑے تھا منہ مین باگ
آگے سے توبرہ اُسے دکھلائے تھا سائیس
اِس مضحکے کو دیکھ ہوئے جمع خاص و عام
پیچھے اسے لگا کہ تا ہووے یہ روان
کہتا تھا کوئی مجھسے ہوا تجھسے کیا گناہ
اس مخمصے مین تھا ہی کہ ناگاہ ایک اور
دھوبی کمہار کے گدھے اُس دن ہوئے تھے گم
ہر ایک نے اُسکو اپنے گدھے کا خیال کر
مد پشمی اُسکی دیکھ کے کر حرص کا خیال
کُتّے بھی بھونکتے تھے کھڑے آ اُسکے گرد و پیش
اُسوقت مین نے اپنی مصیبت پہ کر نظر
جھگڑون مین اُس ہوئے سے کہ لڑکو کو دون جوا
مارے دعا مری ہوئی اُسوقت مستجاب
گھوڑا تھا بسکہ لاغر و سست وضعیف و خستک

یہ واقعی ہی اسکو نخالو ہی انکسار
حضرت یہ بسکہ ٹھوکرونکی ست تھی بڑی ہی مار
مجھسے کہا نقیب نے آکر بوقت کار
ہتھیار باندھ کر مین ہوا جا کے پھر سوار
دشمن کو بھی خدا نکرے یون ذلیل و خوار
نک تک سے پاس کی مرے پاؤں سے نگا
تب پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے بار بار
اکثر مدبرون مین سے کہتے تھے یون پکار
یا بادبان باندھ پون کے دو اختیار
گُنوار نے گدھے پہ تجھے کیون کیا سوار
فتنے کو آسمان نے کیا مجھسے پھر دوچار
اس ماجرے کو سن کیا دونون نے وان گرار
پکڑے تھا دھوبی کان تو کھینچے تھا دُم کمہار
لڑکے بھی وان سے جمع تماشے کو بیشمار
ساتھ اُس سمند حرص کے ہو شیم حار
کہنے لگا خدا سے یہ رو رو کے زار زار
کُتّوں سے مالڑون کہ مرون اپنا پیٹ مار
وان سے پھر منط کیا حجگاہ تک گزار
کرتا تھا یوں حفیظ مجھے وقت کارزار

خلعت ملنے کی تہنیت

خلعت یہ ہو تجھکو جہاں کے دلخواہ — کیا قد پہ سجا ہی ترے اللہ اللہ
قائم یہ نیابت رہے تجکو اس طرح — جون نائب خورشید فلک پر ہی ماہ

سالگرہ کی تہنیت

سایہ ترا ای نخل امید کہ وہ ہے — اس ملک مین دائم رہے ہر قریہ و دہ
بڑھتا ہی نو بسبزہ گرہ سے جسطرح — دے طول تری عمر کو یون سالگرہ

ولہ

جہاں کے بحر مین ای دل لباس اتنا چاہ — کہ جون حباب ہی پیراہن وہی ہو کلاہ
تو کس تلاش مین سر مارتا پھرے ہو کہ عمر — برنگ رشتہ سوزن ہی ہر قدم کوتاہ

ولہ

جینا یہ ترا وہم کا اک ریشہ ہی — اور فکر معیشت کی پر اندیشہ ہی
مرتا نہ تو کیا جانے تو کیا کرتا — ای جان حیات اسے یہ اندیشہ ہی

ولہ

سرمایہ عیش کامرانی تو ہی — آرام دل و مونس جانی تو ہی
گر تو ہی نہ آوے تو یہ جینا کس کام — میری تو مراد زندگانی تو ہی

رباعیات مستزاد

دنیا کی طلب مین دین کھو کر بیٹھے - ہو کر گمراہ — کرنا ہی جو کام سو کر بیٹھے - ای عقل سیاہ
ہر عارضی خانہ جسم خاکی سودا - بے شبہ و شک — سو مالک ہی اسکے آپ ہو کر بیٹھے - سبحان اللہ

رباعیات کا انتخاب
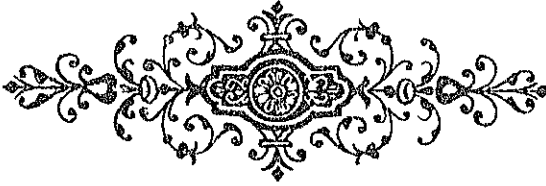
فصد کھلنے کے موقع پر

سودا پئے دنیا تو بہر سو کب تک
آوارہ ازین کوچہ بآن کو کب تک
حاصل یہی اس سے نہ کہ تا دنیا ہو
بالفرض ہوا یون بھی نہ پھر تو کب تک

ولہ

کچھ پاس گدا اک آکے ایسا بولا
جسکو نہ جواہر بن تو لیکر تو لا
یان تک کہ ترے ہاتھ نے بخشے یاقوت
جب طشت نے وقت فصد دامن کھولا

ولہ

ہے زیر فلک جتنے کہ یہ موجودات
ہر ایک کی اک طرح سے کٹتے ہے اوقات
اے شیخ کیا خوب یہ سے ہمنے تحقیق
شیخی و کرامت ہے بن آئے کی بات

ولہ

گر ہم سے بلند ہی مین ہوا تو وہ چند
پستون کی طرف دیکھکے مت ہو خرسند
جتنے کہ بلندون کی ہین نظرون مین پست
پستو کی بھی نظرون مین ہین اتنے ہی بلند

نہ مرے پاس ملک ہے نہ مال — چھین لیوے کا جسکے ہووے ڈر
نہ تراز و رمیسری خاطر بیں — نہ مین لاؤن لظر بس سرا ؤ زر
حق تعالے نے دیکے استغنا — کہہ دیا ہی طمع کسو سے نکر
اور جسوقت بادشاہ وگدا — اس جہان سے کرینگے عزم سفر
نہ تو لے تاج وتخت جاویگا — نہ گدا بوریا ہی لیکر
پس میں کسواسطے کرون تعظیم — تجھمیں کیا ہی کمال وفضل وہنر
عرض اس گدا کی بادشاہ نے — کیا اُس بادشہ کے دل مین اثر
پھینک کر سر سے تاج شاہی کو — گر پڑا اوٹھ کے اُسکے قدمون پر

تہنیت عید

وہ بارگاہ ہی لیسے جناب کی جسکا — کہا وے آپکو یہ لیسب سے سپہر غلام
عزیز دولت ودیں بادشاہ عالمگیر — ضعیف کفر سے احسن ہے اور قوی اسلام
یہ ہے وہ خسرو ہندوستان کہ ہیں جسکے — بلند رتبہ ہم سلاطین عصر سے خدام
اس آستان فلک شستہ پہ تا آبا — رہے کمر بستہ قدر روز عید غلام

قطعہ سالگرہ

یہ ہے فلک پہ درخشندگی میں تا سران — ہر ایک سالگرہ میں تو موتیوں سے ٹکے
گٹھا ؤ ہی جو اس اقبال وعمر میں تیری — الٰہی تا بدم حشر یہ گرہ نہ کھلے

تہنیت عید اضحیٰ

طواف کعبے کا ہی فرض اہل ایمان کو — مگر جسے نہو مقدور تو اُسے ہی معاف
سو اسطرح ہین مقرر کیا ہی اُس کہ لباس — پہن سکے وہ جو ہو آلودگی سے پاک اوصاف

ولہ

لولی سے بن دبا کی کہا یوں جا کر سُن ای سنّو — اب ایک کی ہو رہ یہ پھرا گھر گھر یہیں صورت نہ دو

لولی جو کوئی مرد ہی سو تو مجھکو رکھنا نہیں — باندھی ہی جنھوں نے مرے کیسے پہ کمر سو ہیں نامرد

ہجو شیخ

عروس شیخ سے پوچھا یہ ایک زاہد نے — کہ سب یہ کیا ہی کہ دل تجھسے کا اُٹھوں یہ جُوا

ہزار حیف کہ ای شمع محفل صلحا — کیا نکاح تو اُس سے جو مائی کے ہیں چھوا

دیا جواب کہ ای بھڑوے خیر ہی تجھکو — وہ شیخ ہے مرے دامن کو آج تک نہ چھوا

سو ایسے خرس سے میں بیاہ کرنے بیٹھونگی — کہ جسکے داڑھی کا ہر بال جیسے مووے سوا

جہاں دھوتے مری دایہ نے ہاتھ میٹھے وہاں — میں کاٹوں اُسکے تئیں صدقہ وہ کیا ہوا مُوا

میں پیرزادی کہ اُسکی جہان میں ہوں مشہور — جو کہتی ہوں اُسے بھائی تو وہ کہے ہی بُوا

ولہ

یوں سنا ہی کہ خسرو یک عصر — ایک درویش کے گیا تھا گھر

دیکھا درویش کو جو خسرو نے — آیا اُس حال میں وہ اُسکو نظر

رو سکے آخر سے کو اٹھا تھا — پشت دیوار سے دوں طرف کر

بادشہ نے کیا جب اُسکو سلام — سرسری سا ہوا وہ دست بسر

دیکھکر یہ سلوک یہ سلطان نے — ہو کے چین ابرو اور عصہ کر

کہا درویش سے کہ ای احمق — کچھ بھی تجھکو شعور سے ہی خبر

کہ تو کس حضرت سے تجھے ہی دماغ — گلہ دیوار یا یہ اسپ ہی مگر

جب سنا یہ گدا نے خسرو سے — کہا ای بادشاہ زور آور

ولہ

ایک عاقل نے یہ سودا سے کہا از سر بید
نجس العین فقیہوں سے انھیں لکھا ہی
سُنکے بولا کہ تو ای دوست سچ کہتا ہی
مَسّ سے ہووے ہی کس ایکے بدن جو عضو
ایسی کہ کیا ہی نجاست وہ کہ میرا اُس سا
میرے نزدیک ہی یوں یہ جو ہیں اپنے نجس
غیر جون نا سگر یار ملوت اسکا

دل میں ماتا ہوں تری اُلفت سگ کی تو ور
لئے جو ہووے مسلماں اُسے دوری ہی ضرور
پر جو اب سکا تجھے دوں ہوں میں ہو کر مجبور
دھووے سے پانی کے وہ پاک ہو ای اہل شعور
پاک کرنے یہ کسی طرح ہووے مقدور
جی نجاست سے رکھے اُنکے سگ نفس کی دور
پانی سے چاہیے ہو پاک سو یہ کیا مذکور

سپہر کی پہیلی

ایک نار دھو راسی کالی
ناک نہیں وہ سو گھے پھول

کان نہیں وہ سنے بالی
جیسا عرض اوسکا ہی طول

جارُوب کی پہیلی

سرے ساروں کا ایک ہی لشکر
رو کر بن جس طرف رلے مصاف

ایک ٹیکے سے سب وہ باندھ کر
گھر کے گھر کر دیں ایک پل میں صاف

بُورانی کی پہیلی

آدھی ٹوٹو ساری رانی

جو ٹوٹے سو ٹرا گیانی

تضمین مخمس

نہ بلبل ہوں کہ اس گلستن میں سیر گل مجھے بھائے
میں ہوں طاؤس آتشباز کیسی ہی بہار آئے

نہ طوطی ہوں کہ دل میرا قفس سے باغ لیجائے
نہ صحرا سرے دارم نہ باگلزار سودائے

کروں عدو کو ترے ذبح شکل قربانی | پھروں میں گرد ترے بس مرا یہی ہے طواف

ایضا

سے ہے جہاں میں سبب ناک کہ رسم قربانی | ہمیشہ تاکہ بجا لاویں حج و عمرہ عباد
زا حریم سعادت ہو جو خلق کا مسجود | رہے یہ خانۂ دولت زمانے میں آباد
الٰہی دوست جو ہووے حسن رضا خاں کا | رہے وہ سایۂ دولت میں اسکے خرم و شاد
بسان دیدۂ مذبوح ہووے ہے حیران | جو دیکھے جاہ کو اسکے کوئی بچشم عناد

ولہ

سحر تصنیف سودا سے مغنی | یہ پڑھتا تھا بیک آہنگ پر درد
گئے یاں سے وہ خوبان رعنا | گل نورستہ آگے جنکے تھا گرد
لگا مت دل کو بلبل اس چمن سے | نظر جو آج سبز آوے سو کل زرد
لب جو پر سے جسکے کھلنے ہی آنکھ | حباب اٹھ جاوے ہے بھر کر دم سرد
تماشے سے غرض اس بیوفا کے | جنھوں نے موندلیں آنکھیں وہ ہیں مرد

ولہ

کہا کلام یہ سودا سے ایک عاقل نے | کسو سے ربط کوئی زیر آسمان نکرے
کہا جو تو نے ان دوستوں کو دیا یا | بری کا حسن یہ کسی طرح دل گمان نکرے
وہ آشنا ہیں جا کہیں کہ امتحان کے بعد | زبان ہے یہ کہ وہ لعن اسپہ ہر زمان نکرے
یہ سنکے اس سے کہا مسکرا کے سودا نے | شکایت اپنی کسو کی کوئی بیان نکرے

پہلے ترے کے تجھے امتحان سے ہی کیا کام
یہ سنکر کہ کوئی تجھکو امتحان نکرے

بہر جا میروم از جوستم مالد تماشائے

کیا مین فرض ہین رستے مین ہم تو بیتو کم راہد
نگاہ دیدۂ تحقیق ہو اور اتنک ہم راہد
ہنوز ہے پیروی سودا سے تیری ایکدم زاہد
من بیدل حریف سعی بیجا ہیسم راہد
تو وقطع سار الہامی دیک لغرش پائے

خمسہ شہر آشوب

کہا میں آج یہ سودا سے کیوں تو ڈانواں ڈول
پھرے ہی جا کہیں نوکر ہو لیکے گھوڑا مول
لگا وہ کہنے یہ اُسکے جواب میں دو بول
جو میں کہونگا تو سمجھے گا تو کہ ہی یہ ٹھٹھول
بتا کہ نوکری بکتی ہی ڈھیریوں یا تول

سپاہی رکھتے تھے نوکر امیر دولتمند
سو آمد انکی تو جاگیر سے ہوئی ہی بند
کیا ہی ملک کو مدت سے سرکشوں نے پسند
جو ایک شخص ہی بائیس صوبے کا خاوند
رہی نہ اُسکے تصرف مین فوجداری کول

رہی فقط عربی بلچھ پر اُنھوں کی شان
جو چاہین اُسکو نہ بخوادین یہ تو کیا امکان
پر اُنکا فکر ہی تخفیف خرچ پر ہر آن
رہیگا حال اگر ملک کا یہی تو مدان
گلے مین تاسا کہاروں کے پالکی مین ڈھول

امرا جو ہین دانا اُنھوں کی ہی یہ چال
ہوئے ہیں خانہ نشین دیکھکر زمانے کا حال
یکھی ہی سورنی خوجا کھڑا اچھلے ہی روال
حضور بیٹھے ہین اک دو ندیم اہل کمال
دھرے ہی روبرو ایک پیکدان اک تنبول

پڑے جو کام اُنھین تب نکل کے کھائی سے
رکھیں وہ فوج جو موٹی پھرے لڑائی سے
بیاہے ہین سو ڈرین سر منڈاتے نائی سے
سوار گر پڑین سوتے مین چارپائی سے

دوست دشمن کا ہین کچھ آئین دوس | آسماں سے اڑگئی ہی جیسے اوس
اپنی صورت کا تو آتا غم نہین | پر یہ صورت ہی تو اک دم ہم نہین
جو کوئی آٹھون پہر غمناک ہو | شکل و صورت اُسکی پھر کیا خاک ہو
آہ کیا جانے وہ کیسی تھی گھڑی | جس گھڑی مجھ پر مصیبت یہ پڑی
بیاہ کی تھی رات مجھ پر یوں کٹھن | چاند کو لگتا ہی جیسے کہ گہن
جب سے ہوں مین اس بلا مین مبتلا | رات اور دن ہی مری یہ ہی دعا
یہ تو جلدی سے کہیں یارب مرے | ایسا تیسا ہو جو بیاہ اب پھر کرے
سُن چکا جب اُس سے مین یہ ماجرا | ہو چکا قصے سے اُسکے آشنا
تب کہا مین عقل سے یہ دور ہی | کون سا اے یار یہ مذکور ہی
جب سے دنیا مین ہی انساں کی سرشت | کوئی رو سے خوب ہی کوئی زشت
ماٹی کی مورت بناتی ہی کمہار | کوئی بدصورت کوئی ہی طرحدار
بس ہی کیا لازم کہ صورت خوب ہو | آدمی جو ہو سو اک محبوب ہو
جسکو جیسا کچھ بنانا بن گیا | شکل انسان مین جو آیا بن گیا
دیکھ بدصورت کو مت ہنس کھِلکھِلا | اس مین ہو جاتا ہی صانع کا گلا
جسکو دیکھا ہم نے سو معیوب ہی | فارغ اس سے ایک ہی محبوب ہی
گنج خوبی مار سے خالی نہین | دامن گل خار سے خالی نہین
چاند کو کیسا دیا حق نے شرف | لگ گیا ہی ساتھ اُسکے بھی کلف
صورت اور سیرت کا باہم اتفاق | ایسا ہوتا ہی بہت کم اتفاق
خوبرو اکثر ہین سب مہربان | لیک بدباطن ہین اور بدگمان

ایک مشفق ہین ہمارے مہربان ۔ خوب صورت خوب سیرت نوجوان
ناگہان اک روز ہم سے مل گئے ۔ دیکھتے ہی شکل جون گل کھل گئے
جب ہوئے آپس مین ہم اور وہ دوچار ۔ آہ نکلی دل سے اک بے اختیار
دیکھتا کیا ہون کہ عالم اور ہی ۔ گرد رخسارون کے خط کا دور ہی
چہرہ مستون سے ہی سارا بد نما ۔ رنگ مُنہ کا اوڑ گیا جیسے ہما
ہو گیا اک مرتبہ ہی سر رنگ ۔ جیسے آئینے کو کھا جاتا ہی زنگ
تب کہا مین یار یہ کیسا ہی ملا ۔ کہنے لاگا و کر اسکا مت چلا
جیب پہ ہی بہتر ہی کچھ اس مُنہ کو سے ۔ سُنیے آوار ڈہل کو دور سے
بیاہ کے کرنے سے ہوتی ہی خوشی ۔ مین نے دیکھا تو یہ ہی مردم کشی
جب تلک اک عالم تجرید تھا ۔ ہمکو جو دن تھا سو روز عید تھا
کہ جدائی کا ہی جب سے اتفاق ۔ زندگانی ہو گئی ہی جی پہ شاق

آشنا سیرت سے ہو جے میرزا جان | صورت ظاہر تو ہی یہ کوئی آن
کر اسی سے تو قیاس ای میرے یار | کوئی دن تھی آہ تجھ پر کیا بہار
اب ترا وہ رنگ و عکس ہی کہاں | وہ تری صورت وہ خوبی ہی کہاں
کیجئے صورت کا بس کیا اعتبار | کوئی دن ہی یہ بھی جوں فصل بہار
آدمی کو چاہیے وارستگی | صورت فانی سے کیا دل بستگی
زندگانی کا ہو جب اعتبار | شکل و صورت کا تو ہی کب اعتبار

عصا کی تعریف

ہوتی ہی دنیا میں جو کچھ تحفہ چیز | سب سے ہی سودا کو یہ لاٹھی عزیز
کوچ و مقام اسکا ہی سب اپنے ہاتھ | جب کہیں چلیے تو ہی بے عذر ساتھ
کس میں یہ توفیق ہی کچھ خصال | ہاتھ پکڑ گرتے کو لیوے سنبھال
اسکے گھر اسے کہو تجھے خیال | چھوٹے بڑے چلتے ہیں سب فی کمال
کوئی تو ہی خامۂ سحر طراز | کوئی ستمگر ہی ذریعہ ساز
اسکے بڑوں کی ہی بڑائی قدیم | دال ہیں اعجاز عصائے کلیم
گو کہ سخنگو ہیں یہ راست مار | نسبہ یہ سمجھائے ثبات و قرار
جو کوئی سمجھے ہی رموز و نکات | اس سے ہر ا کھتی ہی لاٹھی یہ بات
گو کہ ہوں اب نالہ گرد و رگلہ | ہم بھی تھی سرسبز جہاں میں کبھو
سحر ہی یا لکڑی کی تقصیر ہی | حسن میں کہ عمر کی یہ تاثیر ہی

لکڑی کی سمت سے تو منہ زور ہی
آدمی ہوتا تو بہت دور ہی

شیدی فولاد کی ہجو

شہر مین کیا رہے تھا امن و امان
کسی کرتی تھی خلق خوش گزران

ہانہ رسوت سے کوتوال کو کام
شہر مین تھا نہ چوٹٹے کا نام

اب جہان دیکھو وان بھسکا ہے
چور ہے ٹھگ ہے اور اوچکا ہے

دمڑی کے سودے کو جو وان جاوے
پگڑی کھو سر کو پیٹتا آوے

کس طرح شہر کا نہو یہ حال
شیدی فولاد اب جو ہے کتوال

اُسے رشوت لیے بیٹھا ہے
اُسکے دل مین یہ جو بیٹھا ہے

جتنے نوکر ہین اُسکے خدمتگار
فن دزدی مین سب ہین مالی کار

کسو کا گٹھری کٹی و سرا ہے
کوئی گھڑوا اُٹھائی گیرا ہے

شہر کے بیچ کیا کہون مین اب
روز محشر کی دھوم ہے ہر شب

بزم مین شب ہر ایک پیر و جوان
بیٹھے ہین کرکے رزم کا سامان

شام سے صبح تک یہی ہے شور
دوڑیو گٹھری لے چلا ہے چور

رات جو اپنے گھر مین کھنکارے
چور دروازے پر یہ بکارے

ہو گی کب تک بچا سرداری
چور جاوے رہے کہ اب دھباری

خلق جب دیکھکر کے یہ بیداد
کرتے ہین کوتوال سے فریاد

بولے ہے وہ کہ مین بھی ہون ناچار
گرم ہے چوٹٹون کا اب بازار

کرلے ہین مٹسے اب بجا کر ڈھول
میری پگڑی کا میرے سر پر مول

گرمیون کی شکایت

خوش ہے یہ بہار مین اس سال
لب جو پر ہے عکس کا تبخال

پر اُسکے دل مین اب بھی غضب ہی ۔ کہ آتش بازی کا ہاتھی وہ اب ہی
تماشا ہو اگر وہ چھوٹ جاوے ۔ کہ گھر کو آگ کس کس کے لگاوے
کہا اُسکے مہاوت سے مین اک روز ۔ اگر آقا کا لپکا ہی تو دل سوز
تو کہہ اُسسے کہ اِسکو بیچ ڈالین ۔ عوض کاش اِسکے چڑھنے کو گدھا لین
دیا ان نے جواب ای میرے مخدوم ۔ خریداری تو اس کی فرکی معلوم
اٹھ ہی خاک کا یا راکھ کا ڈھیر ۔ کہین ہیں اِسکو ہاتھی ہی پہ اندھیر
ساری کسکے گر جلیے کہیں کو ۔ جتاوے فیل مرغ اپنے تئیں کو
گرا جس دور سے یان اُسکا بھوناس ۔ کیا جلنے کا سارے ستیاناس
مرے یہ آپ یا کوئی مارجاوے ۔ جہان کے سر سے بوجھ اور بھار جاوے
غرض تھا جس جگہ یہ ذکر و اذکار ۔ سُنے تھا اُسکو وان اک مرد ہشیار
ہوئی اس ذکر سے یون آمین تاثیر ۔ کہ اُسکا ہو جسیلا احوال تغیر
ہوا اِسکے سمجھنے کے وہ درپے ۔ کہا اُسسے کہ حضرت خیر تو ہی
لگے کہنے وہ کر میری طرف رو ۔ مگر اتنا نہیں سمجھا اُسے تو
کہ یہ جس فیل کا کرتا ہی مذکور ۔ لیتے ہیں نفع کیا کیا اُس سے منظور
اگر اس حسب دل ہر کچھ غور ۔ اُسی پر اُسکی روزی ہی بہر طور
وسیلہ ارسکو اُسکے فعل مین ہی ۔ اُسے مرنے کی اُسکے کتنی ہی کد
جو کچھ اُس اہل مین ان سے بتایا ۔ سو اپنے نفس ظالم میں ہی پایا
یہ اُسکی مرگ کے جیسا ہی درپے ۔ مجھے اتنی ہی اُسکی پرورش ہی
جو خوب اپنے تئین دیکھا مین اُس دم ۔ مہاوت سے بھی ہمت اپنی ہی کم

لاسے کے ہر چراغ پر اس آن — لٹ دھوئیں کی ہی شاخ نافرمان
جل گئین سلین رہ گیا ہی کاٹھ — روشنی کا سا دار بستہ ہی ٹھاٹھ
بوند کو دل صدف کا ترسے ہی — ابر نیسان سے آگ برسے ہی
ابر مین برز سٹڑے ہی دھوپ — سرسون کے کھیت کا سا ہی کچھ روپ
سایے کی تیرگی پہ کر تو نگاہ — قرص دھوپ کے ہوا ہی سیاہ
خلق کا تشنگی سے ہی یہ حال — طفل کو مشک ٹڈے جوان کو کھال
تو بھی نیت اُنھون کی بھرتی نہین — پیاسے مرتے ہین پیاس مرتی نہین
یہی سوچے ہی دل مین تشنۂ آب — بحر کو منہ لگا دے مثل حباب
پانی کتنا ہی پیٹ مین ہو اب — شکل آئینہ خشک رہتے ہین لب
رات سوتے زمین پہ جو انسان — کروٹین یون لے جون تلے بریان
پسو جب کاٹے تو وہ مارے ہات — سر و سینہ کو پیٹے ساری رات
گرمی پڑتی ہی یا خدا کا قہر — کیا کہون تجسے مین کہ شہر بشہر
پادشاہون کی پادشاہی ہی — اگیا بیتال کی دوہائی ہی
غیر تہ خانہ جائے امن نہین — اب کچھ آرام ہی تو زیر زمین

جاڑون کی شکایت

سردی ابکے برس ہی اتنی شدید — صبح نکلے ہی کانپتا خورشید
کہرہ پڑنے کو کہتے ہین سب یار — ٹھنڈ سے ہی جہان کے دل مین غبار
لیک دیکھا جو غور کر کے مین آپ — نکلی ہی منہ سے آسمان کے بھاپ
پانی پر جس جگہ کہ کائی ہی — سبزہ وہ شال کی رضائی ہی

کہا اُن نے بہت ہی مری جاں — اے میں تیری زباں کے قربان

لیک پرنالے حب لگے بہنے — تب تو جھنجھلا کے یوں لگا کہنے

کیا یہ سستی ہی لون برس کمبخت — کوہ تک جائیں ڈوب کے لیکے درخت

غرض اسی سی وہ تو گزرا — ہوگئی رات لیک مُنہ نہ کھلا

وقت آیا جب اسکے کھانے کا — متنکت ہو کے اس بہانے کا

لگا کہنے کہ کوئی ہی حاضر — بولا اُسوقت ڈیوڑھی کا ناظر

کہا اُس نے کہ گھر کے ابا ما — نُل کی جا بستر درمیں رکھوا

غرض اُٹھکر چلا وہ حب وان سے — کہ گیا کان میں یہ مہمان کے

جیا ہو جو یہ کہ اسے تا ول کو — کہہ و بلوا کے ہم نکالوں کو

اُنھوں نے اسکے موجب ارشاد — کی نکالوں کے تیئں رہیں فریاد

آیا لے از سماجت بسیار — اُنھوں نے پوچھا ہی کچھ اب تیار

بولا نسیار تو نہیں ہی کچھ — جاؤں ڈھونڈوں اگر کہیں ہی کچھ

نہ لا لاؤں ہوں آپکے حاضر — ورنہ کھاؤ نے مجھے میں ہوں حاضر

بولے یہ کچھ اگر نہیں بسیار — دیکھو ہو دیگا مودی سرکار

اُس سے ہم جا کے جنس منگواؤ — واسطے میرے کچھ تو پکواؤ

لگا کہنے وہ کوئی ماسے ہی — آپ ہی گھرڈوا خاک چھانے ہی

جبکہ اسکا حساب ہوتا ہی — جان کو وہ بروں کی روتا ہی

اور قصاب بھی جو آوے ہی — چھُری ڈھونڈا مجھے بتاوے ہی

اہل مطبخ کی جب سنو آواز — کترین آقا کے چوتڑوں پر پیاز

کس زباں سے ہو اُسکا شکر ادا ۔ نعمتیں کیا کیا اُن نے کین پیدا
میوے ہین باغ مین زمانے کے ۔ واسطے کھانے اور کھلانے کے
فضل سے اُسکے کچھ نہین ہے کمی ۔ لیک وہ کیا کرے جو ہم ہون دنی
سنیو یارو کرون ہون اک نقل ۔ جسکو باور کرے نہ ہرگز عقل
اتفاقاً اک آسامبرسے ۔ گئے تھے ایک شہر کے ڈیرے
جونہی وارد ہوئے یہ وان ناگاہ ۔ اُٹھا چارون طرف سے ابر سیاہ
لگے ہونے جو ابر گھر آیا ۔ صاحب خانہ سخت گھبرایا
جون لگی ہونے قطرہ افشانی ۔ لا رکھی اُنکے آگے بارانی
پھر لگا کہنے یہ بھی اپنے نصیب ۔ آوے برسات کے بعد اپنا حبیب
اور مینہ آسمان یہ برساوے ۔ بھیگتا اپنے گھر کو وہ جاوے
یہ تو سادے غریب کیا جانین ۔ اُس مزور کو کیونکہ پہچانین
بولے یہ سادگی سے کیا ہی ضرور ۔ بھیگتا جاؤنگا مین اتنی دور
رکھے خالق سلامت آپکی ذات ۔ نہ کھلے گا تو مین رہونگا رات
یہ سخن جونہی پونہچا اُسکے کان ۔ لگی اُسکی وہین نکلنے جان
مضطرب برق سے نہ ہو یوں حال ۔ بادلوں سے جو اسکا تھا احوال
کبھو کہتا تھا یارو نیل جلاؤ ۔ کبھو کہتا تھا سیخ ڈھونڈ ولاؤ
کبھو بولے تھا دیکھیو اوپر ۔ آوے ہے آسمان کہین سے نظر
گاہ بولے تھا ہو جو مہر پدید ۔ کیسی ہو جائے اپنے گھر مین عید
بولا لو کر یہ ایک یون فی الفور ۔ کچھ نظر آوے ہے جو کیجے غور

پیدا جو کر گئے تھے یون احداد ۔۔۔ سو یہ بدبخت شے ہی یون برباد

میں تو آپھی کو جانتا تھا فضول ۔۔۔ پر یہ مجھسے بھی نکلا نا معقول

اسکے دادا اسکے باپ کا اک دور ۔۔۔ آسنا تھا سو وہ پیٹ ولسونز

لا ماکھچڑی لکا سرا کے سے ۔۔۔ دونون کھانے لگے رفاقت سے

اُس سے اک دو لے نوالے بڑے ۔۔۔ حد مرحوم وہیں ہو کے کھڑے

لگے کہنے نہین شراکت نیک ۔۔۔ میرے سو لقمے اور تیرا ایک

تھی بزرگوں کی لیے تو یہ چال ۔۔۔ کری ہیں یاں ضیافتیں پامال

حوس جو کچھ اُٹھا اخیر سے ۔۔۔ لوا تالیس کے مہینے سے

سُنا اس گھر کا ما رتوے حال ۔۔۔ مجھسے کھانے کا کھر یہ کیجو سوال

عرض اس آشنا سے صبح کو آ ۔۔۔ مجھسے یہ ماجرا تمام کہا

ھجو یار واں اسے عمدہ پر ۔۔۔ لعنت کردگار شام و سحر

میر ضاحک کی ہجو

ہی عجب و غریب ریر سما ۔۔۔ ایک یاں صورت آشنا اپنا

آدھ سیر آٹے کا حد اہی کھیل ۔۔۔ پیٹ اسکا ہی ٹھسر کی ریل

گھر مین اب جسکے دیگچہ کھڑکے ۔۔۔ در پہ اُسکے یہ بیٹھے یون اڑکے

گور سے گھر جو رستم اُٹھ کر آئے ۔۔۔ میت اسکی اُٹھائے یا نہ اُٹھائے

خوردنی کی ہوس میں پیاس ۔۔۔ جمع واں کرکے اپنے ہوش و حواس

بیٹھ مکھی کی طرح پہ در پہ ۔۔۔ دونون ہاتھون سے سر کو پیٹے ہی

ہر کسی بنیے کی دوکان پر جا ۔۔۔ اسی ہاتون مین اسکو لے ہی لگا

کیا کہون تجھسے مین غرض ای یار | دیکے صدمت کیا ہی مجکو خوار
بیر اُنکا گر آوے وقت طعام | جاسے لقمے کے کھائے وہ دشنام
بسکہ مطبخ مین سردی رہتی ہی | ناک باورچیون کی بہتی ہی
اُنکے مطبخ سے دود اُٹھے اگر | سقے سے لے دوڑتے ہین مشکین بھر
روز باورچی یون کرین فریاد | کبھی تو کچھ کرو ہمین ارشاد
کیا ترے بعد کرکے کھاوینگے | جب کسب اپنا بھول جاوینگے
الغرض مطبخ اس گھرانے کا | رشک ہی آبدارخانے کا
جس سے طوفان نے کیا تھا ظہور | انکی نانی کے گھر کا تھا وہ تنور
ایک فرزند یہ رکھے تھا اُلاع | سارے گھر کا تھا اسکے چشم و چراغ
اُس نے اک روز یہ حماقت کی | آشنا اپنے کی ضیافت کی
تسپہ یون پیش آیا یہ مردود | یاد آیا اُسے چھٹی کا دود
چاہتا تھا کرے نہ اُسکو عاق | اور مان کو بھی اُسکی دیوے طلاق
بارے لوگون نے آکے سمجھایا | تب یہ جورو کے حق مین فرمایا
پتھر اِسکے عوض تو کیون نہ جنی | کاش جنتی مرا وان یہ ناسندی
یار و مجسے تو لا ولد بہتر | مرا بیٹا اور اس فرزند سے سر
اسکا دادا بھی گرچہ تھا عیاس | اس سلیقے سے پر کرے تھا معاش
جو کوئی اُسکے گھر مین نوکر تھا | رات کو اُسے یہ مقرر تھا
پھرتا وہ ٹکرے مانگتا گھر گھر | لاتا آقا کے آگے جھولی بھر
ایسے چن چن کے آکھاتے تھے | بُرے تنخواہ مین لگاتے تھے

پوچھا جو اُن نے تو غذا کیا کہی
ساتھ گلکھی کے کہا کھا دہی

یہ کہا اُسکو جسے تھی آتشک
موضع مخصوص یہ چھڑکو نمک

مثنوی زرگر کا انتخاب

مراد دل نام پر اُسکے ہے شیدا
کیا ہے حق نے حسن و عشق پیدا

چمن میں ذکر سے اُسکے ہے تفریح
گلوں کو دانہ شبنم ہے تسبیح

کہیں نور چراغ خانہ ہے وہ
کہین سوز دل پروانہ ہے وہ

کسو کے دل میں پاتا ہوں اُسے درد
کسی سینے مین تاثیر دم سرد

نظر بھر دیکھ گر ہے تجھکو امید
ہر اک ذرے مین جھمکے ہے وہ خورشید

خدایا دے تو اپنے عشق کا درد
عنایت کر دل گرم و دم سرد

مجھے کر عشق کے خنجر سے دمساز
تڑپنے کی حلاوت سے نہ رکھ باز

رکھے ہے تجھسے شیخ و برہمن راہ
تری کیا ذات ہے اللہ اللہ

غرض کیا کیا کرم ہم پر ہے تیرا
شفیع حشر پیغمبر ہے تیرا

جہاں عشق پہ ہوا اُس شاہ کا حکم
رکھے کوہ گنہ وان کاہ کا حکم

پہونچ ساقی کہ اب دل کو نہین صبر
بری دوری سے مجھے اسوقت ہے جبر

تغافل کو نہ اب فرمائیو کام
لبالب لیکر لعل میں شیشہ و جام

سکھے ہے دیکھکر ابر اس ہوا کو
جواب میکشان مین دون خدا کو

سیہ مستی گھٹا کی ٹک نظر کر
یہ آتی ہے پری دوش ہوا پر

ہوا سے شاخ گل یون جھومتی ہے
کہ آکر وہ لب جو چومتی ہے

جہاں دیکھو وہاں گلہاے خودرو
نظر جس جا پڑے سبزہ ہے اور جو

کام ہر دِ جو اپنا کر لیوے — گلے بندر کی طرح بھر لیوے
لان بائی محلہ یون فریاد — کرے ہی یارو دیکھو یہ بیداد
چاٹے ہی چوری سے رکیبے کو — مار ڈالون گا اس ندیدے کو
جو اِسے میہمان بلاوے ہی — آفت اسپے وہ گھر پہ لاتے ہی
کھانا آوے تو اس طرح ٹوٹے — جیسے کوئی کسیکا گھر لوٹے
مارے لقمے تو اسطرح مدارت — جیسے جھاڑے کوئی بیٹھ کے ہاتھ
ایک تھا اِسکا آشنا دلسوز — وارد اِسکے یہ گھر ہوا اک روز
ظاہرا اِسکے گھر تھی کچھ شادی — سر مجلس ملا اُسے جا دی
نہ تھی اِسکو کسی سے بات و چیت — بھوک سے اسکی لگ رہی تھی بیت
گاہ چوسکے تھا گاہ اونگھے تھا — گاہ مطبخ کی باس سونگھے تھا
جاوے بازار کو اگر وہ لئیم — خلق سمجھے کہ یہ بھی فن علیم
بھوک میں جب ادھر یہ آتا ہی — لوگون کو کاٹ کاٹ کھاتا ہی
چار سے کاندھے جب یہ جاویگا — توشے کی روٹی کو بھی کھا دیگا

حکیم محمد غوث کی ہجو

صدر کے بازار مین ہی اک سگ — عار اطبا و طبابت کا سگ
مملکت ہند مین اب گھر بگھر — ہی ملک الموت سے مشہور تر
رنگ و دہن اِسکا ہی بد بو دہر — جیسے کہ جلاب کا دست آخر
صاحب بخشش کو بتا یا گٹول — واسطے ہیضے کے لکھا اسبغول
لکھدیا مجنون کو شیر شتر — کہدیا مسسی کو جا فصد کر

روا مت رکھ تو میری تشنہ کامی
تجھے اپنی ملاحت کی قسم ہی
تجھے ہی اپنی بدمستی کی سوگند
تجھے شیشہ ڈھلکنے کی قسم ہی
قسم ہی نالۂ ذکی تجھے یار

قسم تجکو بلولا ماسے جامی
مرے دل کے جراحت کی قسم ہی
تجھے اپنی زبردستی کی سوگند
تجھے ساغر چھلکنے کی قسم ہی
قسم ہی نشتۂ مری تجھے یار

اگر دو چار دے تو ساغر مل
قصص تجسے کہوں رنگیں تر از گل